مسلسل اشاعت کے بیالیس سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

501
جمادی الاول ۱۴۲۸ھ
مئی 2007

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمداللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیراثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یوبی ایل اکوڑہ خٹک 7 -01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: editor_alnaq@yahoo.com

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

ماہنامہ
الحق
اکوڑہ خٹک

جلد نمبر ۔۔۔۔۔ 42
شمارہ نمبر ۔۔۔۔۔ 8
جمادی الاول ۱۴۲۸ھ
مئی ۔۔۔۔۔ ۲۰۰۷ء

6/6/07

مدیر	نگران	مدیر اعلیٰ
حافظ راشد الحق سمیع حقانی	حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ	حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: ناعاقبت اندیش حکمران ملک وملت کو کہاں لے جارہے ہیں؟ ۔ حضرت مولانا عبدالغنیؒ کی المناک جدائی ۔ حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کی وفات ...... راشد الحق سمیع حقانی ۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال (درس ترمذی) .... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۶
بے حیائی کا سیلاب او راسلامی ہدایات .... مولانا یحییٰ نعمانی ۱۲
کمال ایمان کے تقاضے .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب مدظلہ ۲۰
جغرافیہ کے اسلامی تصورات ۔ قرآن، حدیث اور علم شکل ارض .... علامہ انیس الرحمٰن ندوی ۲۷
عدل اور عدلیہ .... ڈاکٹر وحید الدین ۳۶
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی قدس سرہ .... مولانا عرفان الحق حقانی ۴۶
معافی ...... تلافی مانگتی ہے .... جناب عرفان صدیقی ۵۱
امت مسلمہ کی زبوں حالی اور مسلم خواتین کی ذمہ داری .... محترمہ ص۔س سید صاحبہ ۵۵
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۱
تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۳

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان ۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200' بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
پبلشر: مولانا سمیع الحق مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک' منظور عام پریس پشاور
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

راشد الحق سمیع حقانی

ناعاقبت اندیش حکمران ملک وملت کو کہاں لے جارہے ہیں؟

مادر وطن کی پریشاں حال تصویر نے ان دنوں ہر باشعور اور محب وطن پاکستانی کو شدید ذہنی دباؤ اور خلفشار میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ ہر جانب آگ وخون کا بازار گرم ہے' شہر شہر موت کا رقص ہورہا ہے' کوچہ و بازار قتل گاہوں کا روپ دھار گئے ہیں۔ امن وتحفظ اور انسانی وشہری حقوق کے نام کی کوئی جنس مملکت پاکستان میں ان دنوں دستیاب نہیں۔ حکمرانوں کے ظالمانہ اقدامات اور ان کی غلامانہ پالیسیوں کی بدولت پاکستان آتش فشاں بن چکا ہے اور اس سے بہتے ہوئے ابلتے ہوئے لاوے میں ہر کوئی پاکستانی اور خصوصاً ظالم اور نااہل حکمراں طبقہ جل مرسکتا ہے۔

۱۲ رمئی ۲۰۰۷ء کو حکمرانوں اور متحدہ قومی موومنٹ کی فاشسٹ قائدین نے کراچی کے درودیوار کو خون میں نہلا دیا۔ اور چالیس کے لگ بھگ بے گناہ و نہتے شہریوں کو خاک وخون میں ڈبو دیا اور درجنوں کو زخمی اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے معذور کردیا۔ صرف اس جرم میں کہ ان لوگوں نے اس بہادر انسان چیف جسٹس جس نے ظالم حکمرانوں کی مطلق العنانیت کو بریک لگانے کی کوشش کی تھی اور جس نے خصوصاً ان اغوا شدہ نیک وصالح شہریوں کے بارے میں حکومت اور حکمرانوں سے سختی سے باز پرس کی' جنہیں مختلف ایجنسیوں نے رات کے اندھیروں میں ''اندھی جگہوں'' میں مجاہد یا ''دہشت گرد'' ہونے کے خوف سے گم کردیا تھا اور اب چیف جسٹس چوہدری افتخار محمد ریفرنس دائر ہونے کے بعد جنرل مشرف کی فاشسٹ اور غیر آئینی' غیر جمہوری اور غیر شرعی حکومت کا قلع قمع کرنے کیلئے شہر شہر اور گلی گلی عَلَم بغاوت بلند کر کے نقارہ خدا کا کام دے رہے ہیں۔ اور ہر روز چوہدری محمد افتخار اور وکلاء کی جاری تحریک دن بدن زور پکڑ رہی ہے۔ پاکستان کے مظلوم اور پسے ہوئے عوام اور سیاسی جماعتوں کے دلبرداشتہ کارکن بھی اس کاروانِ بغاوت کے ہمراہ اور ہم کاب ہورہے ہیں۔ دیکھئے کہ یہ کاروان منزل کے حصول میں کتنی کٹھن راہوں اور رکاوٹوں کو کیسے عبور کرتا ہے؟

جنرل مشرف اور اس کے حواری اپنی حکومت کے بدترین اپنے ہاتھوں وضع کردہ بحران کی زد میں ہیں۔ آخر مظلوموں کی فلک شگاف آہوں نے اقتدار کی مضبوط ناؤ میں شگاف پیدا کردئے ہیں اور کشتیٔ اقتدار زوال کے بھنور کا شکار ہوگئی ہے اور اس کے نااہل وزراء اور سابق وزیراعظم اور حلیف اتحادی جماعتیں تیزی سے ڈوبتی کشتی سے نکل رہے ہیں۔ جیسے چوہے ڈوبتے جہاز سے بھاگتے ہیں۔ جنرل مشرف نے پاکستان کے اکثر طبقات کی بیخ کنی میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔ لیکن خصوصیت کے ساتھ مذہبی اور دیندار طبقہ کو جس بیدردی کے ساتھ اس نے کچلنے کی کوشش کی ہے'

اس کی نظیر پاکستان کی تاریخ میں مشکل سے ملتی ہے۔موجودہ حکومت کو یہ روز سیاہ خود اس کے منفی اور ظالمانہ اقدامات کے باعث دیکھنا پڑ رہا ہے۔باجوڑ کے مظلوم حفاظ شہداء کا خون آخر کار اپنا رنگ دکھا رہا ہے۔حدود اللہ کی تذلیل اور تحقیر کا بل بھی اپنا وبال دکھا رہا ہے۔سات سال سے زائد گونگی و بہری عوام کو موجودہ تحریک سے نئی زباں اور نئی امنگ ملی ہے۔ خاکستر کے ڈھیر سے چنگاریاں اٹھ اٹھ کر ''آتش فشاں'' کے لئے سامان فراہم کر رہی ہیں۔اگر مفادات سے چمٹی سیاسی جماعتیں خلوص دل سے اس تحریک کا بھرپور ساتھ دیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ موجودہ ظالم حکمرانوں سے اس ملک وملت کو چھٹکارا دلایا جاسکتا ہے۔لیکن بدقسمتی سے اس نازک موڑ پر بھی پیپلز پارٹی جیسی بڑی جماعت پسِ چلمن فوجی آمروں کے ساتھ ایجاب وقبول کے مراحل تیزی کے ساتھ طے کر رہی ہے۔اور کچھ ہی دنوں میں جمہوریت کا راگ الاپنے والی جماعت ڈولی میں بیٹھ کر فوجی آمروں کے قدم بوسی کرنے والی ہے۔

دوسری جانب ایم ایم اے کے صدر قاضی حسین احمد ایل ایف او پر جنرل مشرف کا ساتھ دینے اور پورے پانچ سال فوجی آمروں کے ساتھ خفیہ ڈیل کرنے پر مگر مچھ کے آنسو بہا کر معافی مانگ کر اپنا دامن دھونے کی کوشش کر رہے ہیں۔اس پر پاکستانی قوم قاضی صاحب سے صرف یہی کہہ سکتی ہے کہ

عمر تو ساری کٹی عشق بتاں میں مومن آخری عمر میں کیا خاک مسلماں ہوں گے؟

پاکستانی قوم جہاں جنرل مشرف اور موجودہ حکومت سے نالاں ہے وہیں مذہبی جماعتوں کے نام نہاد اتحاد ایم ایم اے کی قیادت سے بھی بیزار نظر آرہی ہے۔اس پر یہ بات پوری طرح عیاں ہو چکی ہے کہ اپوزیشن، ایم ایم اے اور حکومت ایک ہی کھوٹے سکے کے دو رُخ ہیں۔اسی لئے صوبہ سرحد میں مختلف مقامات پر خصوصاً جنوبی اضلاع میں ایم ایم اے اور اسکی صوبائی حکومت سے نالاں نوجوان مختلف کارروائیوں کے ذریعے ان سے اپنی نفرت کا اظہار کر رہے ہیں اور دن بدن ان کی قوت میں اضافہ ہو رہا ہے اور اس میں مزید اضافہ الیکشن کے دوران متوقع ہے جب مذہبی جماعتوں کے قائدین ایک بار پھر عوام سے اسلام اور امریکہ کی ''مخالفت'' میں ووٹ مانگنے ان علاقوں میں جائیں گے۔ صوبہ سرحد کی موجودہ حکومت ہر لحاظ سے امن وامان قائم کرنے میں ناکام ترین ثابت ہو رہی ہے۔پشاور شہر خودکش بم دھماکوں سے مسلسل لرز رہا ہے اور درجنوں شہری اس میں اب تک اپنی جانیں گنوا چکے ہیں۔خودکش بمبار جہاں مشرف کی ناکام خارجہ پالیسیوں کے خلاف یہ اقدامات کر رہے ہیں وہیں ایم ایم اے حکومت کی ناکامی کے خلاف بھی اپنے جذبات کا برسرعام اظہار کر رہے ہیں۔خدا جانے پاکستانی قوم کا مستقبل کیا ہوگا؟ حکمرانوں نے تو ملک وملت کو کہیں کا نہیں چھوڑا اور اسکے ساتھ سیاسی جماعتوں کے کردار نے بھی مایوسیوں کی فضاء میں مزید زہر بھر دیا ہے۔خدا کرے کہ وکلاء کی یہ انقلابی تحریک اور عدلیہ کی ''انگڑائی'' اپنی ''کرشمہ سازی'' دکھائے اور وقت کے فراعنہ کو اپنے ساتھیوں سمیت قعرِ مذلت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ڈبو دے کہ ملک وملت مزید اب اس بوجھ کے متحمل نہیں ہوسکتے۔

قدیم فاضل دیوبند حضرت مولانا عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی المناک جدائی

حضرت مولانا عبدالغنیؒ کی اچانک وفات سے پاکستان میں تقسیم سے قبل فارغ التحصیل ہونے والے فضلاء دارالعلوم دیوبند کی صف دست اجل نے تقریباً لپیٹ دی ہے۔ حضرت مولانا عبدالغنیؒ بھی ان آخری ٹمٹماتے چراغوں میں سے ایک تھے جو اس گئے گزرے قحط الرجال کے دور اور شب گزیدہ سحر میں روشنی و امید کا سہارا تھے۔ آپ ان بزرگ شخصیات میں سے تھے جنہیں دیکھ کر اللہ تعالیٰ پر ایمان و یقین میں مزید پختگی آتی ہے۔ ہم جیسے کم نصیب طالبعلموں نے نہ تو شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کو دیکھا تھا اور نہ ہی نابغہ روزگار حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کو سنا تھا، اور نہ ہی حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کا فیض حاصل کیا تھا۔ ہم جیسوں کیلئے ان کے فیض یافتہ شاگرد ہی ماہ شب چار دہم تھے۔ افسوس صد افسوس! ایک ایک کر کے سارے چراغ بجھ گئے۔ اپنے بزرگوں اور اکابرین کی صحبتوں سے محرومی کے داغوں سے سینے بھر گئے ہیں اور نگاہوں سے وہ سب کچھ مٹ گیا ہے جو ان کے نورانی اور شیشہ صفت چہروں میں ہمیں اکابرین دیوبند کا پرتو نظر آتا تھا۔

جان کر منجملہ خاصانِ میخانہ مجھے　　مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ مجھے

آپ علاقہ چھچھ کے معروف اور بزرگ ترین شخصیات میں سے تھے۔ آپ کی شخصیت سادگی و متانت کا بھرپور مرقع تھی۔ طبیعت میں نفاست کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسی طرح اکابرین کی ایک بڑی صفت عجز و انکساری و تواضع بھی آپ کی نمایاں خصوصیت تھی۔ آپ کو دارالعلوم حقانیہ اور حضرت مولانا عبدالحقؒ سے بڑی عقیدت و محبت تھی اور ہم جیسے چھوٹوں کیساتھ بھی آپ ہمیشہ شفقت سے پیش آتے تھے، جو آپ کے بڑے پن کا واضح ثبوت تھا۔ آپ کو اللہ نے علمی اور تدریسی صلاحیتوں سے خوب خوب نوازا تھا۔ تقریباً پون صدی تک درس و تدریس کی بھرپور خدمت کی۔ اللہ نے آپ کو بڑی لمبی عمر عطا کی تھی۔ لیکن آخر کب تک؟ بے قرار سانسیں کمزور جسم و جاں کا ساتھ دیتیں۔ آخر سو برس تک رشد و ہدایت کی کرنیں برسانے والا علمی سورج غروب آفتاب کیساتھ ساتھ فنائے افق کی آغوش میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے سو گیا اور یوں ظلمت شب کی سیاہی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ع　اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

پاکستان میں قدیم فضلائے دارالعلوم دیوبند کا سلسلۃ الذہب آنکھوں سے اوجھل ہونے والا ہے۔ ہمارے خاندان کے بزرگ اور حضرت والد صاحب مدظلہ کے ماموں حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ جو حضرت مولانا عبدالغنیؒ کے دارالعلوم دیوبند میں طالب علمی سے لیکر آخر تک بڑے بے تکلف دوست اور منہ بولے بھائی تھے، آپ اس سلسلے کی تقریباً آخری کڑیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہماری سرپرستی کیلئے ان کی عمر و صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان کا سایہ عافیت ہمارے سروں پر دراز ہو۔ اور حضرت مولانا مرحوم کو اپنے اساتذہ کیساتھ اعلیٰ علیین میں جمع فرمائے۔ امین۔

حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کی وفات

جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوریؒ ٹاؤن کراچی کے معروف و بزرگ ترین استاذ اور عالم دین حضرت مولانا عبدالقیوم چترالیؒ بھی گزشتہ دنوں طویل علالت کے بعد انتقال فرما گئے۔ حضرت مولانا عبدالقیومؒ بنوری ٹاؤن کے قدیم اساتذہ میں سے تھے اور حضرت بنوریؒ کے نہایت ہی قابل اعتماد رفقاء میں سے تھے۔ مولانا عبدالقیوم چترالیؒ کافی عرصہ سے مرض فالج کے باعث صاحب فراش تھے۔ آپ کی شخصیت انتھک محنت اور جدوجہد سے عبارت تھی۔ طلباء کی تعلیم و تربیت اور کردار سازی میں آپ نے تقریباً نصف صدی تک جگر پاشی کی اور دن رات جامعہ کی ترقی کیلئے آپ ہر لمحہ اور ہر لحظہ کوشاں رہتے۔ میں نے اپنے والد ماجد سے سنا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث جدامجد مولانا عبدالحقؒ جب نیو ٹاؤن مدرسہ آکر ان کی سرگرمیاں اور انتظامی خدمات دیکھتے تو انہیں ازراہ تفنن اُم المدرسہ یعنی جامعہ نیوٹاؤن کی ماں کے خطاب سے پکارتے۔ مولانا عبدالقیوم چترالیؒ بڑی نرالی طبیعت کے مالک تھے۔ گرم و سرد اور خوش اخلاقی و سخت مزاجی آپ کے نمایاں پہلو تھے۔ طبیعت میں طنز و مزاح اور خوش مزاجی بھی تھی تو اس کے ساتھ ساتھ غصہ اور سخت گیری بھی آپ کی بڑی معروف تھی۔ آپ سادگی، بے نفسی اور خلوص و وفا کا ایک ایسا گلدستہ تھے جس کی خوشبو سے میرے ذہن کے دریچے بیس سال بعد بھی اب تک مہک رہے ہیں۔ آپ سے بنوری ٹاؤن میں راقم نے میزان الصرف اور دیگر ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ آپؒ ہمیشہ شفقت سے پیش آتے تھے اور غالباً ان کے ڈنڈے سے میں سارے عرصہ میں بچا رہا۔ حضرت مولانا مرحوم کو قریب سے جاننے والے حضرات کیلئے یہ انکشاف کسی ''کرامت'' سے کم نہیں ہوگا۔ بہرحال آپ کی شخصیت سب کیلئے نہایت ہی ہر دلعزیز تھی۔ مولانا مرحوم اپنے اکابرین کی صحیح جانشین تھے، بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ آخر تک ایک پرانی سائیکل پر جامعہ تشریف لاتے۔ معمولی اور سادہ کپڑوں میں ہر وقت ملبوس رہتے۔ چہرے پر کوئی علمی نخوت اور بڑائی کے آثار دکھائی نہ دیتے۔ بس ہر وقت اپنے کام اور درس و تدریس وغیرہ میں منہمک رہتے۔ مولانا مرحوم کی جدائی سے جامعہ بنوری ٹاؤن کے وہ پرانے طاق جہاں پر کسی وقت میں علمی قندیلوں کی اتنی بہتات ہوتی تھی کہ آنکھیں ان کی روشنی سے چندھیا جاتی تھیں لیکن اب افسوس ایک ایک کر کے ساری کی ساری قندیلیں بجھ گئی ہیں۔ مشکل سے چند باقی رہ گئی ہیں۔ (خصوصاً استاد محترم جامعہ کے مہتمم ڈاکٹر محمد عبدالرزاق سکندر مدظلہ وغیرہ) بہرحال مولانا مرحوم کی خدمات ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔ قارئین سے انکے رفع درجات کیلئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔ ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط و ترتیب : مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
نائب مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال

جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلة کے درسی افادات

باب ماجاء فی الصبر

صبر کا بیان

○ حدثنا الانصاری أخبرنا معن أخبرنا مالک بن أنس عن الزهری عن عطاء من یزید عن أبی سعید أن ناساً من الأنصار سألوا النبی ﷺ فأعطاهم ثم سألوا فأعطاهم ثم قال: مایکون عندی من خیر فلن أدخره عنکم، ومن یستغن یغنه الله، ومن یستعف یعفه الله. ومن یتصبر یصبره الله. وما أعطی أحد شیئاً هو خیر و أوسع من الصبر...... وفی الباب عن أنس هذا حدیث حسن صحیح ...... ویروی هذا الحدیث عن مالک فلن أدخره عنکم، ویروی عنه، فلم أدخره عنکم والمعنی فیه واحد، یقول، لن أحبسه عنکم"

ترجمہ: حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ انصار کے بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے کچھ مانگا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کو دے دیا۔ انہوں نے پھر مانگا تو رسول اللہ نے پھر دے دیا۔ پھر فرمایا: میرے ساتھ جو کچھ مال ہو میں اسے آپ سے منع نہیں کرتا ہوں، اور جو آدمی استغناء، بے احتیاجی ظاہر کرے، اللہ تعالیٰ بھی اس کو بے احتیاج بنا دے گا۔ اور جو حرام لینے اور سوال کرنے سے باز رہے، اللہ تعالیٰ بھی اس کو ان چیزوں سے بچا کر پاک بنا دے گا۔ اور جو کوشش کے ساتھ صبر اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کو صبر ناک بنا دے گا۔ اور کسی آدمی کو کوئی بھی ایسی چیز نہیں دی گئی جو صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع (یعنی کثیر النفع) ہو۔

اس باب میں حضرت انسؓ سے بھی روایت آئی ہے...... یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ یہ حدیث حضرت مالک بن انسؓ سے اس طرح روایت کی جاتی ہے کہ: فلن أدخره عنکم، اور انہی سے اس طرح بھی روایت کی جاتی ہے کہ 'فلم ادخره عنکم' اور معنی دونوں کا ایک ہے، یعنی فرماتے ہیں کہ میں ہرگز آپ سے بچا کر نہیں رکھوں گا۔

توضیح وتشریح: اس باب میں صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ چاہیے کہ انسان پر جو تکلیف آئے' بھوک اور پیاس لگ جائے' غربت اور تنگدستی ہو بیماری یا کوئی مصیبت ہو تو مخلوق کے سامنے فریاد کرنا اور مخلوق کو اپنا احتیاج ظاہر کرنا یہ بے صبری کی علامت ہے۔ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے۔ مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ ہر تکلیف اور مصیبت میں اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر صبر کرے۔ جزع فزع اور فریاد کرنا یا مخلوق سے اپنی تکلیف کے ازالہ کیلئے درخواست کرنا مناسب نہیں بلکہ صبر وتحمل کیساتھ اس کو برداشت کرے اور مخلوق کے سامنے استغناء اور بے احتیاجی کا مظاہرہ نہ کرے' اور اپنی مصیبت اور تکلیف دور کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ سے درخواست کرے اور اس کی غیبی مدد تک صبر وتحمل اور حوصلہ مندی سے رہے۔ اور جو آدمی جس کام کیلئے عزم اور حوصلہ مندی کے ساتھ متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی وہ کام اس کیلئے آسان بنا دیتا ہے۔ پس جو آدمی استغناء چاہے اور اپنی حاجت مندی کو چھپا کر لوگوں سے بے احتیاجی ظاہر کرے تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو غنی اور بے احتیاج بنا دے گا۔ اور جو عفت طلب کرے اللہ تعالیٰ اس کو عفیف بنا دے گا۔ اور جو صبرناک بننا چاہتا ہے اور تکلف کے ساتھ اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرتا رہتا ہے' تو اللہ تعالیٰ بھی اس کو صبر کی توفیق دے گا اور اس میں صبر کا ملکہ پیدا فرما دے گا۔ وہ صابر بن جائے گا۔ اور پھر صبر کا کوئی موقع اسکے ہاتھ سے نہیں جائے گا' مگر وہ اس میں صبر پر ہی ثابت قدم رہے گا اور اس طرح وہ' ان الله مع الصابرين اور وبشر الصابرين اور إنما يوفى الصابرون أجرهم بغير حساب (الايات) کی خوشخبریوں کا مستحق قرار پاوے گا۔

صبر کی تین قسمیں: صبر تین چیزوں میں ہے: (۱) صبر عن المعصية ۔یعنی گناہ سے اپنے آپ کو روکنا اور گناہ سے صبر کرنا۔ شیطان انسان کو قسم قسم کے گناہوں' سودخوری' حرام خوری' چوری کرنا' قتل وغارت' زنا' ڈاکہ اور دیگر فواحش ومنکرات کو مزین کر کے دکھلاتا ہے اور ان گناہوں کی طرف اس کو ترغیب دیتا ہے۔ اور نفس انسانی جو کہ انسان کا دشمن ہے' وہ بھی ان منکرات اور فواحش کی طرف میلان کرتا ہے' پس خدا ناشناس اور غافل لوگ ان منکرات او فواحش کے پیچھے دوڑ پڑتے ہیں اور قسم قسم کے گناہ کر گزرتے ہیں اور ان کو احساس تک نہیں ہوتا' لیکن اللہ تعالیٰ کے نیک بندے شیطان کی اس تزیین اور پھر اس مزین گناہ کی طرف بلانے کو بھی محسوس کرتے ہیں' اور پھر نفس کا ان گناہوں کی طرف میلان اور ہزار حیلہ سازی کے ساتھ نفس کا اپنے اس میلان اور خواہش کو ان کے سامنے پیش کرنا جانتے ہیں مگر یہ چونک جاتے ہیں' نفس اور شیطان کے دھوکہ میں نہیں آتے۔ اور شیطان کے چال اپنے اوپر چلنے نہیں دیتے' اور نفس پر قابو پالیتے ہیں اور اس کو ناجائز مطالبات اور خواہشات سے روک لیتے ہیں' اور یہی صبر کا بہت ہی کٹھن مرحلہ ہے' لیکن جہاد مع النفس میں ثابت قدمی دکھانے سے تھوڑی مدت میں یہ گھاٹی طے ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی مدد سے نفس قابو میں آجاتا ہے اور وہ صابر بن کر گناہوں سے بچتا رہتا ہے۔

والنفس کالطفل إن تمهله شب علی　　حب الرضاع وإن تفطمه ینفطم

ترجمہ: یعنی انسان کا نفس، شیر خوار بچے کی طرح ہے، اگر ماں اس کو اسی طرح کھلا چھوڑ دے تو وہ جوان ہو کر بھی ماں کے دودھ پینے کی محبت اس کے دل میں ہوگی۔ لیکن اگر اس کی ماں اس کو دودھ سے (بتکلف) چھڑا دے تو وہ چھوڑ جائے گا۔ اور ماں کے دودھ پینے کا مطالبہ نہ کرے گا۔ پس نفس کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس کے ساتھ جہاد کیا جاوے اور اس کے چیخ چیخ کر رونے پر بھی اس کی ناجائز خواہش پوری نہ کی جائے اور اس کے بار بار مطالبہ پر اس کے ساتھ یہی روش اختیار کی جائے تو بالآخر یہ صابر ہوگا اور خواہشات کے مطالبہ کا سلسلہ ختم کر دے گا۔ اور ایسے لوگ نفس کو خواہشات سے منع کرنے والے ہیں۔

اور ایسے لوگوں کے لئے ارشاد ربانی ہے: وأما من خاف مقام ربه ونهى النفس عن الهوىٰ فإن الجنة هي المأوىٰ (والنازعات) ترجمہ: اور جو آدمی اپنے رب کے سامنے پیش ہو جانے سے ڈرا اور نفس کو خواہشات سے منع کر لیا ہو پس جنت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

(۲) صبر علی الطاعة: دوسرا اطاعت وعبادت پر صبر کرنا۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کا حکم دیا ہے ان کو صحیح طور پر بجالانا اور مأمورات کی بجاآوری میں جو مشقت اٹھانی پڑتی ہے اس کو صبر کے ساتھ برداشت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنا اس کو صبر علی الطاعت کہا جاتا ہے۔ جاڑے اور سردی کے موسم میں رات کے وقت یا صبح سویرے اٹھ کر وضو کرنا اور نماز کے لئے مسجد میں جانا، یا سخت گرمی اور دھوپ میں نماز کو جانا، اپنے مال کا کچھ حصہ زکوٰۃ میں دینا، جہاد کرنا، روزہ رکھنا، رمضان کے مہینہ کو تو بالخصوص صبر کا مہینہ کہا جاتا ہے۔ نیز فریضہ حج کی ادائیگی میں بے تحاشا تکالیف اور مشقتیں برداشت کرنا، یہ تمام چیزیں صبر علی الطاعۃ ہے۔

(۳) صبر علی المصیبة: تیسرا مصیبت اور تکلیف پر صبر کرنا۔ انسان کو جو بھی مصیبت پہنچ جائے، مثلاً بیمار ہو جائے اور جسمانی تکلیف ہو جائے، یا کاروبار میں خسارہ ہو جائے: باغ اور فصل ہلاک ہو جائے یا کوئی عزیز اور قریب مر جائے۔ الغرض ہر وہ چیز جو انسان کو برا لگتا ہے اور اس سے انسان کو اذیت تکلیف ہوتی ہو اسے مصیبت کہا جاتا ہے، ہر تکلیف کے وقت مسلمان پر لازم ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھے اور اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ پر راضی ہو جائے اور اس تکلیف ومصیبت پر اللہ تعالیٰ سے ثواب کی امید رکھے اور زبان سے انا لله وانا اليه راجعون کہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے گھر میں اگر چراغ بجھ جاتے تو بھی آپ انا لله وانا اليه راجعون پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول! یہ بھی مصیبت ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہر وہ چیز جس سے مؤمن کو تکلیف اور اذیت پہنچتی ہو وہ مصیبت ہے۔ پس اس پر انا لله وانا اليه راجعون کہنا چاہیے۔

اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ صبر ایک جامع لفظ ہے اور یہ بہت ہی وسیع مفہوم رکھتا ہے اور اس نے پورے دین کو اپنے اندر سمو لیا ہے۔ چنانچہ ایک آیت کریمہ میں اہل جنت پر فرشتوں کا سلام کہنا اس طرح ارشاد فرمایا گیا ہے۔

والملئکۃ ید خلون علیھم من کل باب ٥ سلم علیکم بما صبر تم فنعم عقبی الدار ٥

ترجمہ: اور فرشتے انکے پاس ہر (سمت کے) دروازے سے آتے ہونگے اور یہ کہتے ہونگے کہ تم (ہر آفت اور خطرے سے) صحیح سلامت رہو گے اس بناء پر کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے۔ سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔ (بیان القران) اس آیت کریمہ میں پورے دین حق پر مضبوط رہنے اور استقامت اختیار کرنے کو صبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور اسی صبر و استقامت کے صلے میں انہیں جنت میں ہر خطرے سے محفوظ اور صحیح سلامت رہنے کی خوشخبری سنائی جائیگی۔

<u>ومن یستغن یغنہ اللہ:</u> اور جو استغناء کرے اللہ تعالیٰ اسکو غنی کر دیگا۔ یعنی جو آدمی مجبور اور محتاج ہونے کے باوجود اپنے آپ کو غنی اور بے احتیاج ظاہر کرے۔ اور اپنی مجبوری اور حاجتمندی کو مخلوق سے چھپائے لوگوں سے سوال کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد پر بھروسہ رکھے تو اللہ تعالیٰ تو اسکو غنی اور بے احتیاج بنا دیگا۔ اسکو غنی بنانے کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکی حاجت پوری فرما دیگا اور اسکی ضرورت کی چیز اسکو مہیا کر دے گا اور اسکو مخلوق کا محتاج نہیں چھوڑے گا۔

<u>تونگریٔ دل:</u> اور دوسرا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیگا۔ اور یہی حقیقی غنا اور مالداری ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ لیس الغنی عن کثرۃ العرض انما الغنی غنی النفس الحدیث ۔ یعنی غنا اور مالداری۔ مال و متاع کی کثرت سے نہیں حقیقت میں غنا' نفس اور دل کا غنا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ؎ تونگری بدل است نہ بہ مال ۔ وبزرگی بہ عقلست نہ بہ سال

جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے غنی بنایا ہو انکی عجیب سی دنیا ہوتی ہے۔ ان کے پاس مال و دولت نہیں ہوتی لیکن ان کی ہر ضرورت پوری ہو جاتی ہے کسی بھی حاجت اور ضرورت میں وہ پریشان نہیں ہوتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے دریا دل بندے ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ہاتھ میں پیسے ٹکے نام کو نہیں ہوتے' لیکن اس کے باوجود وہ دوسرے محتاجوں بیکسوں اور بیواؤں کی خبر گیری بھی کرتے ہیں اور سخاوت' ضیافت و مہمان نوازی کا دنیا میں سکہ بٹھا دیتے ہیں۔

هفت اقلیم ار بگیرد بادشاه		همچناں در بند اقلیمے دگر
نیم نانے گر خورد مرد خدا		بذل دوویشاں کند نیمے دگر

<u>ومن یستعف یعفہ اللہ:</u>

یعنی جو شخص حرام سے بچتا ہو اور مخلوق سے سوال کرنے سے اپنے آپ کو پاک رکھنا چاہتا ہو' تو اللہ تعالیٰ اس کو

ان چیزوں سے پاک وصاف کردے گا اور ممنوعات سے اس کو حفاظت میں رکھے گا۔ یعنی جو آدمی تھوڑا سا رزق اپنے لئے کافی سمجھے اور دوسروں کے حقوق پر ہاتھ ڈال کر حرام خوری سے بھی باز رہے اور مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلا کر سوال کرنے سے بھی گریز کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو قناعت کی دولت سے مالا مال کردے گا۔ جو کہ ایک بے پایاں خزانہ ہے اور اس قناعت ہی سے انسان کا دل غنی اور آنکھیں سیر ہو جاتی ہیں۔

ایں دو چشم تنگ دنیا دار را یا قناعت پر کند یا خاک گور

ومن يتصبر يصبره الله:

یعنی جو آدمی بڑی کوششوں کے ساتھ اپنے نفس کو صبر پر آمادہ کرتا ہو اور اس کو مشقتوں کے برداشت کرنے کا عادی بنا دیتا ہو۔ نیز محتاجی کی حالت میں لوگوں سے سوال کرنے اور لوگوں کے پاس جو مال ونعمت ہو اس کی طرف اشراف نفس سے اپنے آپ کو منع کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ سے صبر کی توفیق چاہتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنا دے گا اور اس کے نفس کو صبر دے گا اور پھر اس کے لئے فقر وفاقہ اور مشقتیں برداشت کرنا آسان ہو جاتا ہے اور اس کے دل میں کسی قسم کا احساس کمتری اور شکوہ شکایت نہیں آتی اور اس کی تفصیل ابھی گزر گئی۔

باب ماجاء فی ذی الوجهين

دو رُخ والا آدمی (یعنی منافق) کا بیان

○ حدثنا هناد اخبرنا ابومعاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: إن من شر الناس عند الله يوم القيمة ذالوجهين .... وفي الباب عن عمار وأنس .... هذا حديث حسن صحيح۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرۃؓ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین دو رُخ آدمی ہوگا۔ اس باب میں حضرت عمار اور حضرت انسؓ عنہما سے بھی روایتیں ہوئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

توضیح وتشریح:

یہ حدیث بخاری میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے۔ تجد من أشر الناس يوم القيمة عند الله ذالوجهين الذي يأتي هؤلا بوجه وهؤلا بوجه

یعنی تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین دو رُخ والے آدمی کو پاؤ گے جو کہ ان ایک فریق کے پاس ایک

رُخ کے ساتھ آتا ہے۔ اوران (دوسرے فریق) کے پاس دوسرے رُخ کے ساتھ۔

دو رُخا پن کیا ہے؟

علامہ قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ دو رُخ والے آدمی اس لئے مخلوق خدا میں سے بدترین ٹھہرا کہ اس کی حالت منافق کی طرح ہے۔ یہ جھوٹ اور باطل کلام بنا کر ہر فریق کے سامنے چاپلوسی کرتا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلاتا ہے۔ اور امام نووی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ذو وجہین وہ ہوتا ہے جو کہ ہر فریق کے پاس جا کر ایسے لب ولہجہ میں بات کرتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے۔ اس فریق کے ساتھ اس کی مرضی کی بات کرتا ہے۔ اور اپنے مخالف کی دشمنی پر اس کی تحسین کرتا ہے اور اس پر اس کے ساتھ اپنی حمایت کا یقین دلاتا ہے۔ اور جب دوسرے فریق کے پاس جاتا ہے تو ان کے ساتھ ان کی مرضی کے مطابق بات کرتا ہے اور پھر اپنے آپ کو ان کا حمایتی اور پہلے فریق کا دشمن اور مخالف باور کرا دیتا ہے' اسی طرح وہ ہر فریق کے سامنے اس کی تحسین وتعریف کرتا ہے جب وہ نظروں سے پنہاں ہوتا ہے تو یہ اس کی عیب جوئی اور برائی کرتا ہے پس اس کا یہ کام منافقت ہے اور اس کا کلام سراسر باطل اور جھوٹ ہے اور فریقین کو دھوکہ دے کر ان کے پوشیدہ رازوں کو معلوم کرنے کیلئے جعل سازی بھی کر رہا ہے جو کہ خیانت بھی ہے۔ اور کئی قسم کے فسادات کا مجموعہ ہونے کی وجہ سے یہ نہایت ہی قبیح عمل ہے۔ اس وجہ سے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن بدترین آدمی ہوگا کیونکہ یہ شر' فتنہ اور فساد و برپا کرنے کیلئے یہ سب کچھ کر رہا ہے۔

اور اگر اس کام یعنی ہر ایک فریق کی بات دوسرے کو پہنچانے سے اس کا ارادہ فریقین کے درمیان مصالحت کا ہو تو پھر یہ عمل بہتر اور محمود ہے۔ دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں یہ ہر فریق کو اس کے قول وعمل کی تحسین وتعریف کرتا ہے اور جب دوسرے کے سامنے جاتا ہے تو پھر فریق اول کے قول وعمل کی مذمت کرتا ہے اور اس طرح ہر فریق کی دوسرے فریق کے سامنے برائی بیان کرتا ہے' تو یہ عمل شرعاً مذموم اور قبیح ہے۔ اور دوسری صورت میں جب یہ جس فریق کے پاس آتا ہے تو ان کے سامنے وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں دوسرے فریق کے لئے خیر وصلاح موجود ہو' اور ہر فریق کو دوسرے کی طرف سے خیر اور نیکی کی بات پہنچاتا ہے اور بری بات کو ممکن حد تک چھپاتا ہے تا کہ ان کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے نیک جذبات ابھر آئیں اور کدورتیں ختم ہو کر وہ آپس میں مصالحت کریں۔ یہ ایک بہترین اور شرعاً مطلوب عمل ہے: یہاں تک شریعت مقدسہ میں اس مقصد کے حصول کے جھوٹ بولنا جائز قرار دے دیا گیا ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کے دلوں کو آپس میں جوڑنا اسلام کے اہم اور بنیادی مقاصد میں سے ہے۔

خط وکتابت کرتے وقت اپنے خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

مولانا یحییٰ نعمانی، انڈیا

بے حیائی کا سیلاب اور اسلامی ہدایات

قرآن نے اور اسلام نے ہر اس طریقہ اور نظریہ کو جو بنیادی طور پر خالق کائنات کی طرف سے اتارے ہوئے علم کے خلاف ہو ''جاہلیت'' کا بلیغ نام دیا تھا۔ عہد نبوی میں اسلام سے پہلے کے زمانے کے لیے جب عرب نور اسلام کے بغیر زندگی گزارا کرتے تھے یہی ''عہد جاہلیت'' کی اصطلاح رائج ہوئی۔ ہم جیسے کمزور ایمان والوں، اور کم علموں کے لئے آج بھی یہ اصطلاح حیرت آمیز یقین واطمینان کا باعث بن رہی ہے۔ عالم انسانیت کا ایک عجیب ہوش ربا اور حیران کن منظر ہے کہ علم وعقل اور تہذیب کے ہزار دعووں کے باوجود انسانی عقل اور اس کے اخلاق وتہذیب اس قدر اضطراب وکشمکش اور داخلی تضادات سے دوچار ہیں کہ انسان کو ہر پل کروٹیں بدلنے کے باوجود کسی طرح سکون اور یقین حاصل نہیں ہو رہا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر بصیرت حاصل ہوتی ہے کہ یہ جاہلیت کی اصطلاح کس قدر بامعنی اور حقیقت کے مطابق ہے۔

فحش آرٹ اور فلموں کی شکل میں پوری دنیا میں جو اخلاق سوز طوفان لگاتار بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ بسا اوقات غیر مسلموں کو بھی مجبور کرتا ہے کہ وہ فطرت انسانی سے اس بغاوت پر کچھ روک لگائیں، ان کی فطرت کے احساسات بھی جراحت محسوس کرتے ہیں، ان کا ضمیر بھی بے چین ہو اٹھتا ہے، اور ان کی اخلاقی حس بھی اس گند کو برداشت کرنے سے انکار کر دیتی ہے۔ آج کل غلاظت کدۂ امریکہ میں بھی کسی درجہ میں ایسی آوازیں اٹھنی شروع ہو گئی ہیں، حتی کہ اب الیکشن تک میں یہ موضوعات زیر بحث آنے لگے۔ مگر اس بے حیائی اور انسانیت سوز اخلاقی فساد سے لڑنے کیلئے جو مضبوط علمی و فکری اور اخلاقی بنیاد درکار ہے وہ ان حضرات کے پاس نہیں ہے۔ جو حضرات آخری درجہ کی بے حیائی کے خلاف چیں بجبیں ہیں وہ اس سے کم درجہ کی بے حیائیوں کو اب تک برداشت کرتے ہی نہیں آئے بلکہ اس کو قبول کرتے آئے ہیں، تو آخر کسی آخری درجہ پر آکر کس علمی دلیل اور متعین اخلاقی اصول وپیمانے کی وجہ سے وہ رک گئے؟ اور اس کی مخالفت پر اتر آئے ہیں۔ گندی فلموں اور اخلاق باختہ لٹریچر کی غلاظت بڑھتی رہی اور معاشرہ جنسی ہیجانیت کا شکار ہوتا رہا، ہر نئے مرحلے پر آپ چونکتے ہیں، ہر نئی بے حیائی پر اظہار ناراضگی کرتے ہیں، مگر آخر کار اس کو برداشت کر لیتے ہیں اور دھیرے دھیرے اس کے عادی ہو جاتے ہیں۔ اب اس کی کیا ضمانت ہے کہ کل آپ اس کو بھی برداشت نہ کر لیں گے، اور اعتراض کرنے والوں کو ''زمانے کا چلن'' اور ''آزادی'' کے نام پر اس کا جواز نہیں بتلائیں گے۔

یورپ اور امریکہ میں بھی اسی طرح رفتہ رفتہ معاشرہ اس سیلاب میں ڈوبتا گیا، اور کچھ کچھ ہمارے یہاں بھی یہی صورت حال ہے۔ آخر کیا سبب ہے کہ دین دار مسلمانوں کے علاوہ کوئی بے حیائی اور ننگے پن سے آگے بڑھ کر جنسی وحشانیت کے حدود میں داخل ہو چکے اس سیلاب کے سامنے کچھ بھی رک نہیں پا رہا۔ غیر مسلم مشرقی معاشرے اپنی اخلاقی اقدار کھو چکے ہیں، وہ نیوڈزم میں مغرب سے پیچھے ضرور ہیں مگر ان کا راستہ بعینہ وہی ہے۔ جس پر امریکی و یوروپی معاشرے رواں دواں ہیں۔ تمام مشرقی قومیں اس راستہ پر بھاگی چلی جارہی ہیں، ان کی تہذیب و معاشرت، اور کلچر و ادب اور فن کے بدن پر سے یکے بعد دیگرے کپڑے اترے جارہے ہیں ہیجان خیزی اور غلاظت تھیٹر سے نکل کر کلبوں، اسکولوں، کالجوں، سڑکوں کے راستہ گھروں کے اندر داخل ہو چکی ہے۔ مگر باوجود اس کے کہ ہر سطح پر اور جگہ انسانی ضمیر اس صورتِ حال پر بے چینی محسوس کرتا ہے اور اس کو شرم ناک سمجھتا ہے کیا وجہ ہے کہ آخر کار ہر معاشرہ دھیرے دھیرے ان چیزوں کو برداشت کر لیتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ لگاتار پسپائی کی وجہ کیا ہے؟......... مسلمان ہی نہیں دنیا کے بے شمار لوگ اس جنسی انارکی اور فاحشہ گری کو انسان اور انسانی تہذیب و اخلاق کے لئے آخری درجہ تباہ کن اور ہزار ہا ہزار بگاڑوں کا سرچشمہ جانتے ہیں، لیکن دنیا کی ساری قومیں اس کا مقابلہ کرنے سے عاجز ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے علاوہ کسی نظریہ اور تہذیب کے پاس وہ علم نہیں جس سے وہ صحیح راستہ کی طرف رہنمائی حاصل کر سکیں۔ اس وقت دنیا میں جو فساد و بگاڑ اور بے حیائی کی خباثت عام ہے اس کے فروغ دینے کے لیے مفسدوں کے لشکر کے لشکر موجود ہیں، جن کے پاس ہیجان خیزی اور بھڑکیلی ترغیب کا وہ اسلحہ ہے جس کو آپ چھین سکیں تو چھین سکتے ہیں، مگر اگر آپ چاہیں کہ وہ ان کے ہاتھوں میں آزادی فکر و عمل کے نام پر رہنے دیں اور کوئی ایسی اخلاقی ڈھال یا ضمیر و باطن کی دفاعی طاقت پیدا کر لیں جس سے انسانی تہذیب ذبح ہونے سے بچ جائے تو یہ صرف ایک مضحکہ خیز حماقت ہوگی اور کچھ نہیں۔ آپ چاہیں کہ زہر کے انجکشن بھی لگتے رہیں اور آپ اس کو نہ روکیں اور جواہر مہرہ اور 'تریاق القلوب' قسم کی کچھ دوائیں زندگی اور صحت بچالیں تو یہ کبھی ہونے والی چیز نہیں۔

مگر ان مفسدوں اور بگاڑ کے لشکروں سے زہر کے یہ انجکشن چھیننا تو دور کی بات ہے آپ کے پاس تو ایسا کوئی طاقت ور نظریہ یا اخلاقی اصول بھی نہیں جس سے آپ کم از کم لوگوں کو اس بے حیائی سے ذہنی طور پر ہی بیزار کر سکیں۔ یہ بے حیائی اور گندگی انسانی فطرت اور اخلاقی حس کے خلاف ہیں، اور سوائے ان چند لوگوں کے جن کی فطرت بالکل ہی مسخ ہو چکی ہے، مشرق ہی نہیں مغرب میں بھی انسانی ضمیر اس پر کچھ نہ کچھ پریشان ضرور ہے۔ لیکن یہ اخلاقی حس، فطرت اور ضمیر کی آواز کوئی ایسی منضبط چیز اور واضح دلیل نہیں بن سکتی کہ آپ اس کا کوئی معیار معاشرے یا قوم کے سامنے رکھ سکیں، اور پھر اس کو ایسے ضابطہ اور قانون کی شکل دے سکیں جن کی مخالفت کرنا یا ان کی مخالفت پر اکسانا کوئی قابل دست اندازی قانون جرم ہو۔

جب صورت حال یہ کہ غیر مسلموں کے پاس مذہب کے نام پر جو عقیدے یا رسم و رواج ہیں وہ انسان کی رہنمائی کے لیے ناکمل ہیں، اور ان کی اصلیت اور خالص ہونا (Originality and purity) اس درجہ مشکوک ہے کہ جو جو کرے وہی مذہب بن جاتا ہے، تو آپ اس کو اخلاق واقدار کی بنیاد نہیں بنا سکتے۔ اور جب آپ نے انسانی اخلاق واقدار کی تعیین میں خدا کی فیصلہ کن اور حاکمانہ حیثیت تسلیم نہیں کی تو دنیا کی خبیث ترین بداخلاقی اور فحاشی کو بھی روکنے کی کوئی ایسی واضح دلیل نہیں پاسکیں گے جس پر آپ بھی ہر حال میں مطمئن رہ سکیں۔...... اسلام کے علاوہ پوری دنیا کی تہذیبیں اصول اور فکری و عملی متعین بنیادوں سے خالی ہیں، کسی کے پاس اخلاق وتہذیب کے متعین اصول اور پیمانے نہیں، اور اسی لیے کسی کج طبعی، فطرت کے خلاف عمل اور بے حیائی واخلاق باختگی کو روکنے کے لئے اصول اور دلیل نہیں، اس لئے جب کسی بداخلاقی کے پرچارک کو اخلاقی اقدار کا حوالہ دیکر اس کو ان کا پابند بنانے کی کوشش کی گئی تو اس نے فوراً ان کو ڈھکوسلہ اور عہد قدیم کی نفسیاتی یا اجتماعی اُپج قرار دے کر پاؤں جھاڑ دیے۔

مغرب کی پوری تہذیب اسی انار کی (اور گمراہی) کی کہانی ہے، مذہب محفوظ ہی نہیں تھا، وہ کیسے اخلاقی ضوابط دیتا، پولس نے اس کو الٹی چھری سے ذبح کر دیا تھا اس طرح کہ اس نے شریعت کی پابندی کو غیر ضروری قرار دے دیا تھا۔ اب تو اخلاقی ضابطے اور معاشرتی اصول ہی باقی نہیں رہے، پھر یورپ میں گمراہ فلسفیوں کا وہ خودرو جنگل اٹھا جس کے زہریلے پھلوں نے انسانی قدروں کا وجود ہی ختم کر دیا۔ ڈارون نے فلسفہ ارتقاء پیش کیا جس نے انسان کو محض ایک ترقی یافتہ جانور (بندر یا بن مانس) قرار دیا، جس نے مذہب، اخلاق، ضمیر اور اقدار خود گڑھ لیے ہیں ڈارون کا فلسفہ یورپ کے معاشرے پر ایسا حاوی ہوا کہ ہر پڑھا لکھا اس کی حمایت اپنا بنیادی فرض اور اس ''پیر مغاں'' کی عقیدت اپنے لئے ''ترقی درجات'' کا ذریعہ جانتا تھا۔ یہاں تک کہ عقیدت مندوں نے اس کو ایسا ''قطب اعظم'' قرار دیا کہ جس نے (معاذ اللہ) خدا کو بھی قتل کر ڈالا۔ "The man who killed the God" پھر ایڈلر، میکڈوگل، مارکس، میکاولی وغیرہ جیسے سیکڑوں فلسفیوں کی کھیپ کی کھیپ ہے جن کا حاصل جستجو وہی ہے کہ انسان دنیا کے دیگر حیوانات کی طرح ایک حیوان ہی ہے۔ پھر بدقسمت یورپ کے حصے میں فرائڈ جیسا خبیث فلسفی بھی آیا جس نے انسان کے سارے کاموں اور رجحانات کی بنیاد اس کا جنسی جذبہ ہی قرار دیا، پوری زندگی اسی کی سیرابی کے لئے وہ سرگرداں رہتا ہے، حتیٰ کہ کھاتا اس لئے ہے کہ اس جذبے کی تسکین ہو، کماتا اسی کے لیے ہے، اور جب اس کو پوری تسکین نہیں ہوتی، اور سماج کا دباؤ یا اخلاق و مذہب کے ڈھکوسلے ایسا نہیں کرنے دیتے تو اس میں نفسیاتی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں یہاں تک کہ وہ پاگل ہو جاتا ہے۔ اس کے نزدیک بچہ بھی قضاء حاجت کرتا ہے تو اپنے جنسی جذبہ کی تسکین کے لئے کرتا ہے، اس بے چارے کی ذہنی غلاظت کا یہ عالم ہے کہ اس کے نزدیک ماں اور بچے کی محبت اسی جبلت جنسی کی دین ہے، وہ اسی جذبے سے ماں کا دودھ پیتا اور اپنا انگوٹھا چوستا ہے۔

ہمارا ملک بھی اپنی تہذیب وثقافت میں مغرب کا پیرو ہوتا جارہا ہے۔ ہماری یونیورسٹیوں اور کالجوں میں انہی فلسفیوں کی مان دان ہے، فرائڈ اور ایڈلر کو بڑے ماہر نفسیات کا درجہ دیا جاتا ہے، یہی پڑھا لکھا طبقہ سماج کی قیادت کرتا ہے، یہی میڈیا اور صحافت کا نظام چلاتا ہے۔ پوری قوم کے پڑھے لکھے طبقے کے ذہن میں اخلاقی اقدار کے بارے میں یہ خیال بیٹھ چکا ہے کہ یہ سماج کے اپنے بنائے ہوئے ہیں۔اور جن کی دہائی دینا محض ڈھکوسلہ ہے۔ وہ علمی طور پر یہ یقین رکھتا ہے کہ اخلاق اور اقدار اضافی ہیں جو سماج کی اپنی رفتار کے ساتھ بدلتے چلے جاتے ہیں، لہٰذا یہ جو کچھ ہو رہا ہے گرچہ ماضی کے معاشرتی نظام سے ٹکراتا ہے مگر اپنے آپ میں کوئی برائی نہیں ہے، لہٰذا علم وعقل کا تقاضا یہ ہے کہ اس کو روکنے کے بجائے اس عمل (Process) کو جاری رہنے دیا جائے، اور اپنے آپ کو اس سے ہم آہنگ کیا جائے۔

دراصل صحیح مذہب ہی ایسے متعین اخلاقی ضابطے ہمیں دے سکتا ہے جو کسی حال میں اور کسی سماجی تبدیلی سے متاثر نہ ہوں اور انسانی معاشروں کو گمراہی، انارکی اور فساد سے بچاسکیں۔

جہاں تک اہل ایمان کا تعلق ہے فطرت انسانی کے خلاف عالمی پیمانے پر چھڑی اس جنگ کو دیکھ کر ہر پل ہمارا اللہ کے دین پر اور اس کے متعین نظام اخلاق پر یقین بڑھتا جاتا ہے۔ پوری دنیا ریگستان میں بھٹکے ہوئے قافلہ کی طرح ٹامک ٹوئیاں مار رہی ہے، اور شیاطین اور مفسدوں کے پیچھے چل رہی ہے جہاں۔ گمراہوں کی ایک بڑی تعداد اپنے حال میں مست ہے، اور کسی ایسے عادی افیمچی کی طرح جو اپنا گھر بگاڑ کر بھی بس نشہ میں ڈوبا ہی رہنا چاہتی ہے۔ اپنی شہوت رانیوں اور عیش کوشیوں کے لئے ہر تباہی اور بربادی کو برداشت کرنے کے لئے تیار ہے، وہیں ایک خاصی تعداد اپنے معاشروں کی گندگی اور خباثت سے تنگ آگئی ہے، اس کو اندازہ ہے کہ اس گندگی نے پورے انسانی معاشرے کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار بنادیا ہے، اور بار بار اس کی رشک آمیز نظر مسلم معاشروں پر پڑ رہی ہے، جہاں متعین اخلاقی ضابطے ہیں اور اخلاق واجتماع کی سرحدوں پر پہرے بیٹھے ہیں۔اور حیرت کی بات ہے کہ اسلام عورتوں میں زیادہ تیزی سے مقبول ہو رہا ہے۔...... اس صورت حال کا سامنا کرنے کے لیے مغرب کے رہنما اپنے تہذیب واخلاق ہی کے ایکسپورٹ کرنے پر لگے ہوئے ہیں۔ اور یہ فحاشی کی نمائش دراصل اسی مہم اور حملے کا حصہ ہے۔

اس دور میں اسلام پر استقامت کا بنیادی تقاضہ ہے کہ اپنے آپ کو اور اپنی امت کو اس بے حیائی کے طوفان میں بہہ جانے سے بچانے کی بھرپور کوشش کی جائے، اور اس میں پوری قوت ارادی، دینی حمیت اور ہمت وحوصلے کا مظاہرہ کیا جائے۔ بے حیائی اور اخلاق باختگی کی اس عالمی دعوت کے سارے چھوٹے بڑے ذرائع سے چاہے وہ گندا لٹریچر ہو، فلمیں ہوں یا برہنگی اور بے حیائی کے دیگر مناظر ان سب سے احتراز کئے بغیر اپنے آپ کو اور نئی نسلوں کو اس فساد سے بچانے کی کوئی سبیل نہیں۔

<u>بے حیائی کا سیلاب اور اسلامی ہدایات</u> ہم لوگ جس زمانے میں جی رہے ہیں یہ اپنی بے حیائی اور اخلاق

باختگی کے اعتبار سے منفرد دور ہے۔ انسانی معاشروں میں پہلے بھی بے حیائی کا مرض پایا جاتا تھا۔ مگر وہ رہتا ایک مرض اور برائی ہی تھا۔ بے حیا مرد و عورت فحش کاری میں ملوث ہوتے تھے، ان کی تعداد کبھی کبھی بڑھ بھی جاتی تھی مگر بے حیائی کبھی عزت و شہرت کا ذر، یعہ اور سماجی رتبہ پانے کا وسیلہ نہیں ہو سکتی تھی اور نہ کبھی اس کو مستقل تہذیب اور کلچر کا مقام دیا گیا تھا۔......مگر صدقے جایئے رسول امیؐ پر، آپ نے ایک عیسائی نو مسلم بادشاہ سے فرمایا تھا۔ بے شبہ عیسائی گم کردہ راہ ہیں، اور یہود خدا کی پھٹکار اور غضب کے شکار......۔ انہی عیسائیوں اور یہودیوں نے انسانیت کو ایسی گمراہیوں اور لعنتوں میں مبتلا کیا ہے کہ بے حیائی اور اخلاق باختگی ایک مستقل تہذیب و ثقافت بن چکی ہے، بلکہ اس کے فاتحانہ اقبال کے سامنے انسانی تہذیبیں سرنگوں ہیں۔......آنحضرتؐ نے اپنی ایک حدیث میں اس کی تصریح بھی فرمائی تھی کہ میری امت پر میرے بعد جو فتنے اور آزمائشیں آئیں گی ان میں یہ جنسی بے راہ روی اور بے حیائی کا فتنہ سب سے خطرناک اور دین و ایمان کیلئے نقصان دہ ہوگا۔ آپؐ نے فرمایا تھا " ماترکت بعدی فتنة هی أضرّ علی الرجال من النساء" (بخاری حدیث ۵۰۹۶) اب ہم آں حضرتؐ کی پیشین گوئی کی سچائی کا مشاہدہ کر رہے ہیں اور نہ جانے زمانے نے اپنی زنبیل میں کیا کیا آئندہ کیلئے چھپا رکھا ہے؟!

سوائے اہل اسلام کے دنیا میں کوئی گروہ اور کوئی جماعت اس بحرانی اور فساد کے دور میں اس بلاخیز سیلاب کے سامنے بند باندھنے یا کم از کم اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی فکر نہیں کر رہا۔ صرف اہل ایمان ہیں جن کو اللہ نے بصیرت دی ہے اور ہدایت بخشی ہے اور جو اس فتنہ کی دنیا میں تباہی اور آخرت میں اس کے ہولناک نتائج کو سمجھتے ہیں۔

مگر انسان کے لیے اس کے صنفی میلانات بڑی کمزوری ہیں، جن کے جال میں شیطانوں کے لیے اس کو گرفتار کرنا بڑا آسان رہا ہے، مزید برآں اس وقت تو فحاشی و اخلاق سوزی، اور عریانیت و قحبہ گری نے عالمگیر فیشن اور وقت کے سب سے رائج تہذیب و کلچر کا مقام پالیا ہے، جس کی تبلیغ و ترویج دنیا کا سب سے سرگرمی کے ساتھ ادا کیا جانے ولا مشن بن چکا ہے، ترقی یافتہ ممالک کی تعلیم، ثقافت، کلچر، ذرائع ابلاغ، فن اور آرٹ کا مرکزی نقطہ یہی گندگی ہی تو ہے۔ اسکولوں میں اسی کا کلچر ہے، یونیورسٹیوں میں اسی کا چلن ہے، دانش گاہوں میں اسی کا فلسفہ پڑھایا جاتا ہے۔ ذرائع ابلاغ کا ہر منظر، اخباروں کا ہر صفحہ اپنے بین السطور میں اسی بھڑ کیلے اور ہیجان انگیز مشن کا خادم ہے۔ خود غرض اور پیسہ کی پجاری کمپنیاں بھی اسی آگ سے اپنی تجارت گرم کرنے میں کیوں نہ ایک دوسرے پر سبقت لینے کی کوشش کرتیں۔؟!

ہم تو ایک غیر مسلم اکثریت کے ملک میں رہتے ہیں، خود مسلم معاشروں میں بھی یہ سیلاب یا تو دیواروں کو توڑ کر گھروں میں داخل ہو چکا ہے، یا پھر دیواروں سے ٹکر مار رہا ہے۔ اس صورت حال نے اہل ایمان کیلئے بھی اپنے اخلاقی اصولوں اور دینی احکام کی پابندی اور ان پر استقامت کو بڑا مشکل بنا دیا ہے۔ جب کوئی برائی بہت عام ہو جاتی ہے تو دلوں میں اس کی شناعت بھی کم ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں بھی یہی ہو رہا ہے۔ اس لیے بڑی ضرورت اس بات کی پیدا

ہوگئی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول نے اس سلسلے میں جو ہدایات دی ہیں ان کی یاد دہانی کی جائے اور اپنے طرز عمل کو اس کے معیار پر رکھا جائے۔

(۱) اس سلسلے میں دین فطرت کی سب سے پہلی اور بنیادی تعلیم حیا ہے۔انسان کی فطرت میں اللہ نے گندی برائیوں سے شرم اور ان سے دور رہنے کا ایک فطری جذبہ رکھا ہے۔زمانہ اور ماحول کے فاسد اثرات اس فطری حاسہ کو ختم کر رہے ہیں۔اس کو جلا دیتے رہنے کی ضرورت ہے۔آنحضرتؐ کا ارشاد ہے: لكل دين خلق و خلق الإسلام الحياء. (مؤطأ حدیث ۱۴۰۶) ''ہر دین کا کوئی خاص اخلاقی امتیاز ہوتا ہے۔اسلام کا اصل امتیازی اخلاق حیا ہے۔''

(۲) اسی سلسلہ میں وہ احکام بھی آتے ہیں جو لباس کے سلسلے میں مردوں اور عورتوں کو دیے گئے ہیں۔مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی شرم گاہوں اور رانوں کو ڈھک کر رکھیں۔اور عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ سوائے اپنے شوہر کے سب کے سامنے اپنے چہرے اور ہاتھ (پاؤں) کے علاوہ پورے جسم کو ڈھک کر رہیں۔قریبی رشتہ داروں کے سامنے چہرے اور ہاتھ پاؤں کو کھولا جا سکتا ہے۔حضرت اسماء رضی اللہ عنہا آنحضرتؐ کی سالی تھیں ایک مرتبہ آپؐ کے پاس آئیں اس حال میں کہ جسم پر کچھ باریک کپڑے تھے۔آپؐ نے نظر پھیر لی اور فرمایا: اسماء عورت جب سن بلوغ کو پہنچ جائے تو درست نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے سوائے چہرے اور ہاتھوں کے (ابوداؤد)۔

عورتوں کے لباس کا ایک اہم حکم اوڑھنی یعنی دوپٹہ بھی ہے۔سورۂ نور میں عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں (اور سینوں) پر ڈالے رکھیں۔عورتوں کی حیادار اوڑھنی اور دوپٹہ اسلامی کلچر اور معاشرت کا لازمی حصہ ہے، اور اس کا اس میں بنیادی مقام ہے جس کی پابندی ضروری ہے۔آنحضرتؐ نے عورتوں کے لباس کے بارے میں سخت تاکید فرمائی ہے کہ وہ ہر طرح مکمل ساتر ہو، اور ہر قسم کے بھڑکیلے پن سے خالی ہو۔آپؐ نے فرمایا کہ میری امت میں ایسی عورتیں ہوں گی جو کہنے کو تو کپڑے پہنیں گی مگر حقیقتاً (حیا اور ستر کے نقطۂ نظر سے) وہ ننگی ہوں گی، مٹک مٹک کر چل کر لوگوں کے حیوانی جذبات کو بھڑکاتی ہوں گی۔یہ جنت میں نہیں جا سکتیں جنت کی خوشبو بھی نہیں پا سکتیں۔(صحیح مسلم حدیث ۲۱۲۸)

(۳) عورتوں کا ہر بھڑکیلی بات سے پرہیز شریعت کا ایسا اہم مقصد ہے کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے عورتوں کو تیز خوشبو تک سے بچنے کا حکم دیا ہے (سنن ترمذی)، اور یہ بھی حکم دیا ہے کہ اگر آواز والے زیور (گھنگرو) پہنیں تو خیال رکھیں مردوں کو آواز نہ جائے (سورہ النور)۔اسی طرح اگرچہ نرم گفتگو اور میٹھی زبان بولنا اسلام میں ایک اہم اخلاقی نیکی ہے لیکن اسکے باوجود عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ خیال رکھیں ان کا انداز کچھ ایسا نہ ہو کہ کسی دل کے روگی کو موقع مل سکے (سورہ الاحزاب)۔اسی سلسلے کا ایک حکم یہ ہے کہ مرد عورتوں کا لباس نہ پہنیں اور عورتیں مردوں کا لباس نہ پہنیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ آنحضورؐ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کے سے کپڑے پہنے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو

مردوں کے سے کپڑے پہنے (سنن ابی داؤد)۔ایک اور روایت میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو مرد عورتوں کی سی ہیئت اور چال ڈھال اختیار کرے اس پر لعنت ہو، اور جو عورت مردوں کی سی ہیئت اور چال ڈھال اختیار کرے اس پر لعنت ہو(بخاری)۔

ہمیشہ سے مہذب انسانی معاشروں نے مرد وعورت کی معاشرت خصوصاً لباس کیلئے، جدا جدا انداز طے کرر کھے تھے،سوائے جنگلی قبائل میں وحشیانہ زندگی گذارنے والوں کے ہر جگہ یہ اصول کارفرما تھا۔یہ تو مغرب کی جدید جاہلیت ہے جس نے عورت بے چاری کو مردوں کے لباس دے دیے، اور پھر وہ بھی چھین لیے۔ بہر حال ہمیں تو اللہ اور اس رسول کی ہدایات اور احکام کی پابندی کرنی چاہئے۔

بے حیائی کا جو سیلاب آیا ہوا ہے، اس سے ہمارے اچھے اچھے دینی مزاج رکھنے والے گھروں میں نوجوان بچیوں کو جسم کی نمائش کا شوق فیشن کے نام پر لگ گیا ہے۔باہوں اور گریبانوں کی ناجائز نمائش کو تو بالکل ہی روا سمجھ لیا گیا ہے، حتی کہ گھروں کے بڑے اور ذمہ دار تک ان چیزوں پر روک ٹوک نہیں کرتے۔گھر کے بڑوں اور سمجھ اور عقل رکھنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ یہ نمائش اور جسم کا کھولنا کس جذبے کے تحت کیا جارہا ہے؟اس کا سوائے اس کے اور کیا سبب ہے کہ فساد زمانہ نے ہماری بہنوں اور بیٹیوں کے دلوں میں یہ بات بٹھادی ہے کہ ان کی عزت صرف جسم کی نمائش اور ''ذواقین'' اور دل کے روگیوں کے لیے سامان لذت بننے میں ہے۔اللہ اور رسول پر ایمان رکھنے والے ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ دینی احکام ''حدود اللہ'' یعنی اللہ کے بیان کردہ اور لازم کیے ہوئے اصول ہیں، جن کے بارے میں ڈھیل برتنا سخت قابل مواخذہ گناہ ہے۔

(۴) معاشرے میں عفت و پاکدامنی کے جوہر کی حفاظت کے لئے یہ بھی اصول طے کیا گیا کہ اجنبی مرد وعورت (یعنی جو خاص محرم نہیں ہیں) کبھی تنہائی میں یکجا نہ ہوں۔آں حضرتؐ نے تاکیدی حکم دیا کہ تم میں سے کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہ ملے الا یہ کہ کوئی محرم ساتھ میں ہو(صحیح بخاری)۔اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کے احکام بڑے تاکیدی ہیں۔ہمارے گھروں میں ایمان واسلام کی کمزوری کا ایک مظہر یہ بھی ہے کہ لڑکوں اور لڑکیوں کو تنہا چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس کے خطرناک نتائج کا خیال نہیں رکھا جاتا۔

(۵) اور اس سلسلے کا ایک نہایت اہم حکم یہ دیا گیا کہ مرد اور عورتیں دونوں اپنی نگاہوں کی حفاظت کریں۔سورہ نور میں ارشاد ہوتا ہے۔ قل للمؤمنین یغضوا من أبصارهم ویحفظوا فروجهم، ذلک أذکی لهم، إنّ الله خبیر بما یصنعون۔ وقل للمؤمنات یغضضن من أبصارهن ویحفظن فروجهن (النور-۳۰-۳۱) (ترجمہ)''اے محمد کہہ دو ایمان والوں سے، اپنی نگاہوں کو(غیر عورتوں کی دید سے) باز رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے زیادہ پاک رہنے کا طریقہ ہے۔اللہ ان کے ہر عمل سے با

خبر ہے۔ اور ایمان والیوں سے کہہ دو اپنی نگاہوں کو (غیر مردوں کے دیکھنے سے) روکے رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں۔"

اس سلسلے میں مردوں کو آں حضرتؐ نے زیادہ تاکیدی احکام دیے ہیں۔ ان کو حکم دیا ہے کہ راستوں اور دوسری جگہوں پر اگر اللہ کا خوف ہے تو اپنی نگاہوں پر ایمان وتقوی کے پہرے بٹھلائے رکھیں۔ اچانک نظر پڑ جائے تو فوراً نظر پھیر لیں (بخاری)۔ ساتھ ہی عورتوں کو بھی ہدایت دی گئی ہے کہ غیر مردوں کو بے ضرورت نہ دیکھا کریں۔

ہمارے اس زمانے مین تصویروں، ٹی وی اور فلموں نے اس فتنہ کی حشر سامانی بہت بڑھادی ہے۔ ہر سڑک اور گلی میں، ہر ٹی وی، ہر اخبار، ہر پوسٹر اور بورڈ پر دل رُبا تصویروں اور فحش مناظر کی نمائش ہے۔ یہ سب شیطان کے تیر ہیں۔ اور ان سے صرف تقویٰ واحتیاط کی ڈھال کے ذریعہ ہی بچا جاسکتا ہے......۔

جن علماء اور اہل اللہ کی گناہوں کے اثرات ونتائج پر نظر ہے وہ بدنگاہی کو ایمان ودین کے لئے بڑا خطرناک قرار دیتے ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے طاعت کا نور جاتا رہتا ہے، اور دل پر اللہ سے دوری کی کیفیت چھا جاتی ہے، دل اللہ کی حفاظت اور نگہداشت سے محروم ہوجاتا ہے۔ اور شیاطین کا اس پر تسلط آسان ہوجاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کے لئے نیکی اور پاکیزگی کے کام مشکل اور گناہ آسان کردیے جاتے ہیں، اور اس کا برائی ہی کی طرف رجحان ومیلان ہوجاتا ہے۔ اللہ ہم سب کو محفوظ رکھے۔

(۶) اور اس سلسلے کا تکمیلی حکم پردہ کا دیا گیا ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ ایمان والی عورتیں بے ضرورت گھروں سے نہ نکلا کریں۔ اور جب نکلیں تو ایسا ساتر لباس ہو جس سے جسم کا زیادہ سے زیادہ حصہ ڈھکا رہے۔۔ بس ضرورت ہی کے بقدر کھل سکے۔ قرآن وسنت نے اس کو ایمان اور شرافت وحیا کا تقاضہ بتلایا ہے (اس سلسلے کے احکام سورۂ احزاب اور سورۂ نور میں آئے ہیں)۔

دین کے یہ احکام اسلامی معاشرت کے اہم اصول ہیں۔ دین کے دوسرے احکام کی طرح جس میں جتنا ایمان اور تقویٰ ہے وہ ان کی اتنی ہی پابندی کرتا ہے۔ ان احکام پر عمل کرنا اور خاص طور پر ایسے زمانے میں جب ان پر عمل مشکل ہورہا ہے، یقیناً اللہ کو بہت راضی کرنے والا، ایمان کو بڑھانے والا، اور موجب اجر وثواب ہے۔ ہر ایمان والے کی ذمہ داری ہے کہ وہ خود بھی انکی پابندی کرے اور اپنے گھر میں اور اپنے حلقہ اثر میں اسکی ترویج وبقا کی کوشش کرے

اس زمانے میں کفر کی داعی اعظم مغربی تہذیب کی طرف جھکاؤ کی پہلی علامت جو ایمان کی کمزوری کے شکار لوگوں پر ظاہر ہوتی ہے، وہ ان ہی اصولوں پر سمجھوتے اور مداہنت کی شکل میں ہوتی ہے۔ اس طرح ان احکام کی پابندی محض خدا اور رسول کی اطاعت نہیں ہے (اگر چہ یہی کچھ کم شرف وخوش بختی نہیں ہے کہ اللہ ورسول کے احکام کی بجا آوری ہوجائے) مگر ان احکام کی پابندی ایک طرح سے اسلام پر یقین واعتماد، دین پر استقامت اور کفر وملتِ کفر سے بغاوت وبے زاری کا اعلان بھی ہے۔ اور یہ چیز اللہ کو بے انتہا محبوب اور اس کی نظر میں بڑا مرتبہ رکھتی ہے۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط و ترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

کمال ایمان کے تقاضے

پڑوسی کے حقوق، مسلمان کی حاجت روائی اور ایذاء سے اجتناب

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم اما بعد فعن عائشۃؓ و ابن عمرؓ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مازال جبرائیل یوصینی بالجار حتی ظننت انہ سیورثہ (بخاری ومسلم)

ترجمہ: ” حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ نبی کریمؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حضرت جبرائیلؑ مجھ کو ہمیشہ ہمسایہ کے حق کا خیال رکھنے کا حکم دیا کرتے یہاں تک کہ مجھے خیال ہوا کہ حضرت جبرائیلؑ عنقریب پڑوسیوں کو ایک دوسرے کا وارث قرار دیں گے۔“

پڑوسی کے حقوق رشتہ داروں کی طرح:

محترم حاضرین حقوق العباد بیان کرنے کے سلسلہ کو آگے بڑھاتے ہوئے عرض ہے کہ کئی دنوں سے جس حدیث کو سنا رہا ہوں، غور و تدبر کرنے سے اندازہ ہوگا کہ دونوں پڑوسی حقوق کی ادائیگی اور ایک دوسرے کے عافیت و سکون کا اتنا خیال رکھیں گے جیسے کسی شخص پر والدین یا اعزہ و اقارب جو اس کے مرنے کے بعد اس کے وارثین کے زمرہ میں آتے ہیں کے حقوق کی ادائیگی ضروری ہے، جبرئیلؑ تاکید اور تسلسل سے ہمسایہ کے حقوق کا بیان فرماتے رہے، جس سے حضور ﷺ کو یہ گمان ہونے لگا کہ ممکن ہے جبرئیلؑ کسی وقت اللہ کی طرف سے وحی لا کر حکم فرما دیں گے کہ پڑوسی ایک دوسرے کے وارث ہیں۔

جب پڑوسی اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہوں:

دین اسلام اپنے معنوی اور صوری لحاظ سے اللہ کا وہ پسندیدہ دین ہے جو اپنے متبعین کو دین و دنیا میں فوز و فلاح، اجتماعی امانت و دیانت او عدل و انصاف کی وہ ضمانت دیتا ہے جس پر اگر عمل کیا جائے تو پڑوسی اپنے پڑوسی سے مطمئن ہو کر کبھی یہ تصور نہ کرے گا کہ میں تو گھر سے نکل چکا ہوں لیکن پڑوسی میرے گھر اور چادر و چار دیواری کے

تقدس کو پامال نہ کر دے۔ اسلام کے کامل و اکمل ضابطوں پر عمل نہ کرنے کا انجام یہ ہے۔ کہ آج ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے ہاتھ کے ضرر سے محفوظ نہیں۔ یہی صورتحال زبان کی ایذاء رسانی اور گھریلو عزت و حرمت کی پامالی کا بھی ہے۔ حالانکہ محسن انسانیت ہمیں پڑوسی کے بارہ میں اس انداز سے تعلیم فرما رہے ہیں۔

مسلمان وہ ہے جس کے شر سے پڑوسی محفوظ ہو:

وعن ابن مسعودؓ قال قال رسول الله ان الله قسم بينكم اخلاقكم كما قسم بينكم ارزاقكم ان الله يعطى الدنيا من يحب ومن لايحب ولايعطى الدين الامن احب فمن اعطا ٥ الله الدين فقد احبه والذى نفسى بيده لايسلم عبدحتى يسلم قلبه ولسانه ولا يؤمن حتى يأمن جاره بوائقه' (مسند احمد وبيهقى)

ترجمہ: حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان اخلاق کو اس طرح تقسیم فرمایا ہے، جس طرح تمہارے رزق کو تمہارے درمیانی تقسیم کیا ہے، درحقیقت اللہ تعالیٰ دنیا (یعنی مال و دولت تو اس شخص کو بھی دیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور اس شخص کو بھی دیتا ہے جو اسکا ناپسندیدہ ہو۔

لیکن دین کی دولت صرف اس فرد کو عطا فرماتا ہے جس کو وہ اپنا دوست سمجھتا ہو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قدرت میں میری جان ہے کوئی بندہ اس وقت تک مکمل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ جب تک اس کا دل و زبان مسلمان نہ ہو اور کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو۔

حدیث کی تشریح:

گویا کسی کے مسلمان و مؤمن ہونے کا دلیل و ثبوت یہ ہے کہ دل اور زبان سے تصدیق و اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ حاکم و مالک، تمام کائنات کا خالق، معبود برحق، حاجت روا، وحدہ لاشریک، محمد رسول اللہ نبی آخر الزمان جن کے بعد کوئی نبی قیامت تک آنے والا نہیں اور قرآنی و نبوی تعلیمات کی حقانیت کا قائل اور ان پر عمل پیرا ہو ذکر کردہ حدیث میں دل و زبان کے مسلمان ہونے کا مطلب یہی ہے کہ ظاہر و باطن کا اس عقیدے پر متفق ہونا ہی مسلمانی کی علامت ہے، نہ صرف دل کی تصدیق سے انسان دائرہ اسلام میں داخل ہوسکتا ہے اور نہ یہ کہ ارکان و اعضاء اقرار پر دلالت کریں، اور دل میں تصدیق کی بجائے تکذیب ہو، یہ تو ان منافقین کا وطیرہ ہے جن کی مذمت سے قرآنی و اسلامی تعلیمات بھرے پڑے ہیں۔ اسی دوغلا پن کی وجہ سے قرآن نے انہیں جہنم کے بدترین طبقہ و حصہ میں داخل ہونے کی وعید سنائی ہے۔

کثرت مال عنداللہ محبوبیت کی دلیل نہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کسی کا دولتمند ہونا اس کا تقاضا نہیں کہ وہ شخص خواہ مخواہ اللہ کے

ہاں محبوبیت کا درجہ حاصل کر چکا ہے بلکہ مال و دولت و اقتدار ہر مرد و زن کو دے سکتا ہے خواہ اسکا دوست ہو یا غیر دوست' بعض انبیاء صحابہ و اولیاء کو بھی رب کائنات نے اقتدار اور دولت و ثروت سے نوازا اور تاریخ کی ورق گردانی سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بے شمار کفار اور اللہ کی وحدانیت کے منکر مثلاً فرعون و قارون وغیرہ بھی اقتدار و دولت کے نشہ میں مست ہو کر اللہ کے وحدانیت اور قدرت کاملہ کو چیلنج کرنے کی ناپاک جسارت کے مرتکب ہوئے' معلوم ہوا کہ ہر جگہ صرف مال و زر کا حاصل ہونا اللہ کے قرب و فخر و مباہات کا ذریعہ نہیں البتہ جس مال و دولت کے ساتھ اللہ کی معرفت' دل و جان سے تسلیم کرنا' اس کے احکامات کی اطاعت اور منکرات سے بچنے وغیرہ کا علم ہو پھر وہ مال بھی اللہ کے بے شمار انعامات میں سے ایک نعمت ہے' اور اس علم سے مراد صرف الفاظ و معانی کا مفہوم جاننا نہیں بلکہ مراد وہ نور ہے جس کا ذکر رب کائنات نے اس انداز سے فرمایا۔

جسے نور علم کی دولت میسر ہو:

وجعلنا له' نور ایمشی به فی الناس۔ (ترجمہ) اور مقرر کر دیا ہم نے اس کے لئے ایک نور جس کو لوگوں کے درمیان لئے پھرتا ہے' یہ علم اور نور جب ایک انسان کو میسر ہو جائے' پھر اگر اس کے پاس سونے اور چاندی کے ڈھیر جمع ہوں اس کی نظر میں ان کی حیثیت ہی نہیں ہوتی اور نہ اس کو راہ راست سے گمراہ ہونے کا تصور کیا جاتا ہے' بلکہ اگر یہی اللہ کا دیا ہوا سب کچھ اس سے ہلاکت یا تاوان وغیرہ کی صورت میں ختم بھی ہو جائے تو یہ جزع فزع اور آہ و بکاء کی جگہ اسے بھی مشیت ایزدی سمجھ کر صابر و شاکر رہتا ہے۔

ہم میں سے کئی سادہ لوح یا مال و دولت کے آرزو مند' فساق و فجار اور کفرہ و فجرہ کے پاس دولت و مالداری کے اسباب اور ریل پیل دیکھ کر یہ شکوہ و شکایت کرنے لگ جاتے ہیں کہ مسلمان باوجود ایمان و تقویٰ و عبادات کے فقر و فاقہ کا شکار اور بے دین مزے اڑا رہے ہیں' شاید یہ ان کی اللہ سے قرب کی نشانی ہے' یہ غلط اور باطل تصور ہے۔ آپ مسلسل سنتے چلے آرہے ہیں کہ اگر اللہ کے نزدیک دنیا کے مال و متاع کی قدر و اہمیت مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو کافر کو ایک قطرہ پانی پینے کو نہ ملتا' عادۃ اللہ یہی ہے کہ اکثر و بیشتر مسلمان کی نسبت کافر پر اللہ نے دنیا فراخ کر دی ہے' اور اس میں کئی مصلحتوں کے علاوہ شاید ایک حکمت یہ بھی ہو جتنا عیش و عشرت دنیا میں زیادہ ہو۔ مرنے کے بعد اس فراخی و دولت کے حساب و کتاب اور جواب دہی کا سلسلہ بھی طویل ہوگا۔

دنیا داروں اور دینداروں کی دنیا و آخرت:

حضرت خیثمہؒ سے روایت ہے کہ فرشتے اللہ کے حضور عرض کرتے ہیں یا اللہ آپ نے کفار پر مال و دولت کی فراخی فرما کر وہ دنیا کے مصائب مشکلات سے محفوظ ہیں۔ رب العالمین فرشتوں سے ان کا عذاب دیکھنے کا حکم فرمائیں گے' عذاب دیکھنے کے بعد آ کر اللہ کے حضور عرض کریں گے یا اللہ ان کافر بندوں کو دنیا میں آسائش و آرام کے جو وسائل

دیئے ہیں۔عذاب کے مقابلہ تو ان کی کوئی حیثیت اور وقعت نہیں۔فرشتے دوبارہ عرض پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ آپ کے نیک بندے زیادہ تر غربت مشقت اور مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔اللہ جل جلالہ فرمائیں گے اسے جو اجر وثواب ملنے والا ہے۔اس کا بھی نظارہ کرلو۔فرشتے اس دینوی تکلیف وغربت پر جو بلند درجات ملنے والے ہیں دیکھیں گے واپس آ کر عرض کریں گے اے رب ان اخروی انعامات، اعزاز واکرام کے مقابلہ میں دنیا کی تنگیوں اور مصائب کی تو کوئی حیثیت نہیں۔اگر مال ودولت کا حصول دنیا میں آنے کا مطمح نظر اور فلاح ونجات کی نشانی ہوتی تو حضرت ابوہریرہ کے روایت کے مطابق کہ حضور ﷺ بھی اللہ سے یہ دعا نہ مانگتے کہ یا اللہ جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے اتنا رزق دے جس سے صرف اس کا گزارہ ہوسکے دوسرے کے آگے دستِ سوال نہ پھیلائے اور جو شخص مجھ سے محبت رکھتا ہے اسے اتنا رزق دے جس سے صرف اسکا گزارہ ہوسکے دوسرے کے آگے دستِ سوال نہ پھیلاتے اور جو شخص مجھ سے بغض و عداوت رکھے اسے مال ودولت کی فراوانی اور کثرت سے مالا مال فرما۔ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضورؐ یہ دعا فرماتے یا اللہ میری اس دنیا سے رخصتی غربت کی حالت میں ہو، دولتمندی کی حالت میں نہ ہو اور یا اللہ روز قیامت کے تکلیف دہ موقع پر میرا حشر مساکین کے ساتھ ہو۔انبیاء، صحابہ، صلحا واولیاء کے حالات زندگی کے مطالعہ اور سننے سے آپ کو خود بخود اندازہ ہوجائے گا کہ وہ ذات برتر وبالا، احکم الحاکمین اپنے محبوب اور مقرب بندے کو اس دنیا کے ٹیپ ٹاپ اور مال وزر سے دور رکھتا ہے۔حضورؐ نے عقائد اعمال، معاملات، معاشرہ وحقوق اللہ وحقوق العباد کے تمام احکام ہم پر روا ضح کردیئے ہیں، مگر ان امور پر عمل کرنے کی بجائے ہم نے اپنی حالت اس حد تک بگاڑ دی کہ کفار واقوام عالم ہمارے کردار کو دیکھ کر اسلام کو نا قابل عمل مذہب قرار دینے پر مصر ہیں۔

کردار کی خامی: ایک وقت وہ تھا جب لوگ مسلمانوں کے معاشرہ ومعاملات کو دیکھ کر دیوانہ وار اس دین حقہ میں داخل ہوتے، آج ہماری حالت اور مسلمان کا مسلمان کے ساتھ بدترین سلوک دیکھ کر لوگ اسلام سے بدظن ہورہے ہیں، ہمارے اس ایک پڑوسی کے ساتھ معاملہ کو دیکھ کر اندازہ کریں کہ ہم کس مقام پر کھڑے ہیں۔کئی ایسے حضرات جو اپنے آپ کو حقیقی مسلم اور جنت کے حقدار ہونے کے دعویدار بڑے بڑے محلات میں جلوہ افروز ہیں۔نوکروں اور چاکروں کی فوج ظفر موج ہے، مختلف اقسام کے طعام صبح وشام ان کی حویلیوں میں پکتے ہیں۔ان کے کتوں اور جانوروں کے لئے بھی قیمتی خوراک اور ملازموں کا انتظام ہے جبکہ پڑوس میں رہنے والے اور ان کے بچے بھوک وافلاس سے بلک بلک کر آہ بکاء کرتے ہوئے بھوکے سوجاتے ہیں۔

مسلمان بھائی کی حاجت پورا کرنے کا اجر وثواب:

کیا اس امیر وکبیر نے کبھی یہ سوچا کہ میرے قریب رہنے والے غریب کی زندگی کیسی گزر رہی ہے، دووقت کا کھانا تو دور کی بات ہے کئی دن ایک وقت بھی نان جو کا ٹکڑا اس کے معصوم بچوں کو میسر ہے یا نہیں، جبکہ ہمارا دین اور ہمارا

پیغمبر ہمیں تعلیم دے رہے ہیں کہ جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کی حاجت وضرورۃ کو پورا کیا تو اسے حج وعمرہ کے ثواب کے برابر اجر ملے گا' ایک اور موقع پر ارشاد فرماتے ہیں۔

مظلوم کی دادرسی: وعن انس قال قال رسول الله من اعان ملهوفا كتب الله له' ثلثا وسبعين مغفرة واحدة فيها صلاح امره كله وثنتان وسبعون له' درجات يوم القيامة (رواه البيهقي)

ترجمہ: ''حضرت انس حضورﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص مظلوم کی دادرسی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لئے تہتر بخششیں لکھ دیتا ہے ان میں سے ایک بخشش تو وہ ہے جو اس کے تمام امور کی اصلاح کی ضامن بن جاتی ہے باقی بہتر بخششیں قیامت کے دن اس کے درجات کی بلندی کا سبب ہوں گی۔''

کیا ہی شفقت ومحبت وہمدردی سے بھرپور مذہب ہے کہ کسی پریشان حال انسان کی مدد پر اتنے زیادہ اجر وثواب سے نوازا جاتا ہے' جس میں صرف ایک انعام یعنی مغفرت کی برکت سے مالک الملک اس تعاون کرنے والے کے تمام دینوی' اخروی مشکلات مراحل کے صلاح وفلاح کیلئے کافی کردیتے ہیں اور ۷۲ انعامات کے بدلے روز قیامت کے عظیم درجات ملنے کی بشارت فرمادی گئی۔

مال پر اترانا:

یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ اللہ جل جلالہ نے کئی اقوام وافراد پر اپنے نعمتوں کی فراوانی اس لئے فرمائی ہے کہ مصیبت زدہ اور معاشرہ کے ستائے ہوئے لوگ ان کے سامنے حوائج پیش کرکے یہ اصحاب ثروت لوگ ان کی بے چینی کو دور کردیں اور جو پریشان حال اور تنگدست پر آسانیاں لانے کا ذریعہ بنے' قیامت کے طویل دن کی پریشانی اور سختی دنیا کے مصائب سے کئی ہزار گناہ زیادہ ہے' اس احسان کے صلہ میں مالک کائنات اس محسن پر قیامت کے روز رحم وکرم فرما کر اس کے دونوں قدم ثابت رکھے گا جبکہ اس اندوہناک موقع بڑے بڑے انسانوں کے قدم ڈگمگا جائیں گے اور جو بدقسمت اور خدمت خلق کے جذبہ سے عاری لوگ باوجود مالداری کے ہمسایہ' غریب محتاجوں کی اعانت کو بوجھ سمجھ کر اس عبادت سے پہلوتہی کریں' اپنے بندوں پر مشفق ومہربان ذات یعنی اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اپنی نعمتوں کو ان سے چھین کر دوسروں کے حوالہ کردیتے ہیں۔

مال ودولت کی وسعت وہلاکت:

مال ودولت کے عروج وزوال کا یہ مشاہدہ آپ حضرات جو چالیس پچاس سال کے عمر کو پہونچ چکے ہیں' شب وروز کررہے ہیں کہ بے شمار سرمایہ دار ایسے بھی گزرے جن کو اپنے اموال واثاثوں کا گننا بھی مشکل ہوتا' کارخانے' ملازم سونے' چاندی' محلات' بینک بیلنس وغیرہ بے شمار' مگر فریادی' مجبور' مظلوم اور حاجتمند کی تعاون کا ان کے ہاں تصور

بھی نہ تھا‘ سالوں‘ مہینوں بلکہ دنوں میں منعم حقیقی نے ان سے سب کچھ واپس لے کر کوڑی کوڑی کے محتاج در بدر ٹھوکریں کھانے کے بعد دو وقت کا کھانا بھی میسر نہیں۔ معلوم ہوا پڑوسی محتاج ومظلوم کے ساتھ احسان وحسن سلوک کرنا محتاج سے زیادہ اپنے ساتھ دینوی واخروی بھلائی کرنی ہے‘ دنیا کے بارہ میں تو میں نے عرض کردیا کہ اللہ تعالیٰ اس پر انعامات واعزازات دنیا میں بھی بڑھا دیں گے اور آخرت کے بارہ میں آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی حاجت روائی میں مصروف ہے اس مصروفیت کے دوران اس کے چلنے پھرنے کے ہر ہر قدم پر اللہ تعالیٰ اسے ستر ستر نیکیاں دے گا اور ستر ستر گناہ معاف فرمائے گا۔

پڑوسی سے جھگڑا وایذاء:

بہر حال مسلمان اور انسانیت کے ناطے پڑوسی کے حقوق کے ضمن میں عام انسانی برادری کے ساتھ رحم وکرم ورواداری کا ذکر ہوا۔ محتاج لوگوں کی حاجت روائی کرنے والوں سے خالق ومخلوق دونوں راضی ہو کر دینوی واخروی فوز وفلاح کا ذریعہ بن جاتا ہے‘ انسان کا رہن سہن کے سلسلہ میں اپنے پڑوسیوں کیساتھ مستقل رابطہ پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دین حقہ نے اس تعلق ورشتہ کو بڑی اہمیت دے کر اس بارے میں تفصیلی اور بار بار ہدایات دیئے۔ پڑوسی کو تکلیف پہونچانے کے سلسلہ میں شدید مذمت فرماتے ہوئے رحمۃ للعالمین نے یہاں تک فرمایا۔

من اذی جارہ فقد آذانی ومن آذانی فقد اذی اللہ ومن حارب جارہ فقد حاربنی ومن حاربنی فقد حارب اللہ عزوجل (ترغیب)

ترجمہ: ’’حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ہمسایہ کو تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف پہونچائی اور جس نے مجھے اذیت پہونچائی اس نے خدا کو تکلیف دی‘ اور جس نے اپنے پڑوسی سے لڑائی کی اس نے مجھ سے لڑائی کی اور جس نے مجھ سے لڑائی کی اس نے خدا سے لڑائی کی۔‘‘

کمال ایمان کے تقاضے:

ایمان کے کمال کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے پڑوس میں رہنے والے سے عفت و پاکدامنی اور حسن سلوک کا مظاہرہ کر کے رحمت وشفقت کا دائرہ پورے عالم انسانیت تک پھیلا دے۔ صرف اسی ذکر کردہ حدیث سے آپ یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پڑوسی کے اذیت دینے کو حضور ﷺ نے اپنے آپ اور اللہ کو اذیت دینے کے مترادف قرار دیا گویا ہمسایہ کی تعظیم وتوقیر اللہ ورسول کی عظمت وبڑھائی کا اعتراف ہے‘ ہم میں ہر فرد اگر دوسرے فرد کے حالات کی رعایت اس کے طور طریقوں کی پاسداری‘ اس کے ساتھ شفقت ومحبت کا معاملہ کرنا شروع کردے تو یہی شخصی وانفرادی رابطہ وتعلق ایک دوسرے کو جوڑنے کا ذریعہ بن کر تمام مسلمان ایک مضبوط ومستحکم حیثیت اور طاقت بن کر ابھر سکتی ہے‘ مگر شرط یہ کہ اس کی ابتداء اپنے پڑوسی سے شروع کر کے ہر مسلمان اپنے اپنے پڑوسی کی رعایت وحفاظت اور مصیبت کے

ازالہ کو اپنا فرض اولین سمجھے۔ اسلام نے معاشرتی عدل' فلاح و بہبود اور حقوق و فرائض کا ایسا جامع نظام دنیا کو دیا جس پر عمل کرنے سے صحت مند روابط پیدا ہو کر ایک عمدہ معاشرہ تشکیل پایا جاتا ہے۔ حقوق و فرائض افراد کے افعال و تسکین' امن وقتال' حزن وخوشی اور آزادی و پابندی کی تلقین کرتے ہیں جس سے عمدہ خاندان پیدا ہوتے ہیں' معاشرتی اعتبار سے ایک فرد کا حق اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ اسے تحفظ دے کر اسے زیادتی ظلم اور چیرہ دستی سے بچایا جائے۔

جس شخص سے پڑوسی محفوظ نہیں:

سرکار دوعالم ﷺ کا ارشاد ہے: وعن انسؓ قال قال رسول الله والله لايؤمن والله لا يؤمن والله لايؤمن قيل يارسول الله من قال الذى لا يأمن جاره بوائقه (رواه مسلم وبخاری)

ترجمہ: ''حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ہے وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم ہے وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا۔ خدا کی قسم وہ شخص کامل مسلمان نہیں ہوسکتا (آپ نے جب مسلسل تین بار یہ الفاظ ذکر فرمائے) صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ وہ شخص کون ہے جس کا ایمان کامل نہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا وہ شخص جس کے پڑوس اس کے برائیوں اور اذیت سے محفوظ نہ ہوں۔''

ایک اور فرمان نبویؐ ہے: عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ ليس المومن الذى يشبع وجاره جائع (رواه الطبرانی)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا وہ شخص کامل مومن نہیں ہوسکتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے ذکر کردہ دونوں احادیث انتہائی اہم اور خصوصی غور وفکر کی حامل ہیں' جن سے ثابت ہو رہا ہے کہ مسلمان کی یہ شان ہی نہیں ہے کہ خود تو پیٹ بھر کر کھائے اور اس کے پہلو میں رہنے والا پڑوسی اور اس کے بچے بھوک کے تکلیف دہ لمحات سے دوچار ہوں۔

آج ہم مسلمان اسلام کے ان اہم احکامات کو معمولی سمجھ کر ان پر عمل کرنے سے بالکل غافل ہیں' ان حقوق و فرائض کے عدم ادائیگی سے غفلت کا نتیجہ ہے کہ آج مسلمان اس کی سزا دنیا مین آپس کے اختلافات غربت وفقر کی صورت میں بھگت رہے ہیں اور آخرة میں بھی ان وعیدوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حقوق کے سلسلہ میں ایک اہم سلسلہ اولاد پر والدین کا اور والدین پر اولاد کے حقوق کا ہے' جس کا ذکر انشاء اللہ اگلی بار ہوگا۔ رب کائنات ہمیں اللہ و رسول اور بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی توفیق نصیب فرماویں۔

انیس الرحمٰن ندوی
رفیق فرقانیہ اکیڈمی ٹرسٹ، بنگلور ۷۹

جغرافیہ کے اسلامی تصورات

قرآن، حدیث اور علم شکل ارض کی روشنی میں

کرۂ ارض پر خشکی اور سمندر کا تناسب کتنا ہے؟ اس کے متعلق زمانہ قدیم (ماقبل اسلام) کے جغرافیائی لٹریچر میں کوئی واضح تصور نہیں ملتا۔ زمین کے متعلق اہل یونان میں مقبول ترین نظریہ یہ رہا کہ زمین گول نہیں بلکہ چپٹی ہے۔ لہٰذا یوروپ میں پندرھویں صدی کے اختتام تک یہی نظریہ رائج رہا۔ پانچویں صدی عیسوی کے ہندستانی ماہر فلکیات آریہ بھٹ نے یہ نظریہ پیش کیا کہ زمین گول ہے اور اس کے تخمینہ کے مطابق کرۂ ارض پر سمندر اور زمین کا تناسب نصف نصف ہے[۱]۔ مگر یہاں یہ بات ذہن نشیں رہے کہ کرۂ ارض کو چونکہ اس دور میں نہ مکمل طور پر دریافت کیا گیا تھا اور نہ اس کے جغرافیائی خصوصیات کی مکمل نوعیت جانی گئی تھی، اس لئے اس سلسلے کے تمام بیانات ظن وتخمین اور خیال آرائی کے دائرے میں آتے ہیں۔

کرۂ ارض پر خشکی اور سمندر کا تناسب

اس سلسلے میں بعض احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں کرۂ ارض اور اس کے جغرافیا کے متعلق انتہائی دقیق معلومات موجود ہیں۔ ان احادیث کا مفہوم بظاہر جغرافیا کے حقائق سے متصادم نظر آتا ہے مگر علم جغرافیا اور اس سے متعلقہ علوم کے جدید اکتشافات کے تطبیقی مطالعہ سے ان احادیث کی صداقت نہ صرف حرف بہ حرف صحیح ثابت ہوتی ہے بلکہ اس سے کرۂ ارض کی جیولوجیائی تاریخ کے کئی اہم ترین پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ ان احادیث میں سے ایک حدیث جس کی تخریج حضرت ابوالشیخ بن حیان (م ۳۶۹ھ) نے کی ہے اس طرح ہے:

أخرج أبو الشيخ عن حسان بن عطيه قال بلغني أن مسيرة الأرض خمسمائة سنة بحورها منها ثلاثمائة سنة والخراب منها مسيرة مائة سنة والعمران مسيرة مائة سنة.[۲]

"ابوالشیخ حضرت حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ؐ نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ زمین کی کل مسافت پانچ سو سال کی ہے۔ جس میں سمندروں کی مسافت تین سو سال ہے، خراب (غیر آباد) حصہ کی مسافت سو سال ہے جبکہ آباد منطقہ کی مسافت سو سال کی ہے۔"

اسی معنی کی ایک اور روایت حسب ذیل ہے:

أخرج ابن المنذر وابن أبي حاتم عن حسان بن عطية رضي الله عنه قال سعة الأرض مسيرة خمسمائة سنة. البحار ثلثمائة ومائة خراب ومائة عمران۔[۳]

ابن منذر اور ابن ابی حاتم حسان بن عطیہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: زمین کی وسعت پانچ سو سال کی مسافت کے برابر ہے۔ سمندر کی مسافت تین سو سال، خراب کی سو سال اور آباد کی سو سال ہے۔

اس سے ذرا مختلف معنی کی ایک حدیث کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے:

أخرج ابن ابی حاتم عن عبد الله بن عمرو قال: الدنيا مسيرة خمسمائة عام. أربعمائة خراب ومائة عمران۔[۴]

"ابن ابی حاتم نے عبداللہ بن عمرو سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: زمین کی مسافت پانچ سو سال کی ہے ان میں سے چار سو سال کی مسافت خراب اور ایک سو سال کی مسافت آباد ہے۔"

جیسا کہ ان احادیث کے الفاظ سے معلوم ہو رہا ہے کہ ان میں "مسافت" کا لفظ تناسب بتانے کے لئے استعمال کیا گیا ہے۔ لہٰذا پہلی دو احادیث میں بتایا جا رہا ہے کہ کرۂ ارض پر سمندروں کا تناسب اس کے کل رقبے کا ۳/۵ حصہ ہے۔ جبکہ اس کا بقیہ ۲/۵ حصہ خشکی پر مشتمل ہے۔ اور خشکی کے اس حصے میں سے نصف یعنی ۱/۵ خراب (غیر آباد) ہے، اور بقیہ نصف ۱/۵ حصہ آباد (عمران) ہے۔ اسی طرح تیسری حدیث میں بتایا جا رہا ہے کہ کرۂ ارض کا خراب حصہ ۴/۵ ہے جبکہ آباد حصہ ۱/۵ ہے۔

آیئے اب جدید جغرافیائی تصورات و تحقیقات کی روشنی میں ان احادیث کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلے میں پہلے پہلی حدیث پر بحث کی جائیگی۔ لہٰذا جدید تحقیقات کے مطابق کرۂ ارض پر سمندروں کا تناسب ۷۰٫۸ فیصد ہے، جبکہ خشکی کا تناسب ۲۹٫۲ فیصد ہے۔ یعنی کہ ان کی رو سے کرۂ ارض پر تقریباً سات حصہ پانی ہے جبکہ تین حصہ خشکی ہے۔

یہاں حدیث شریف اور علم جغرافیا کی جدید تحقیقات میں بظاہر تضاد نظر آ رہا ہے یعنی کہ احادیث میں پانی اور خشکی کا تناسب ۳:۲ بتایا گیا جبکہ علم جغرافیا کے مطابق ان کا تناسب ۷:۳ ہے۔ مگر اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ یہ دونوں مفاہیم اپنی اپنی جگہ درست ہیں۔ کیونکہ جغرافیائی اعداد و شمار خشکی اور پانی کے موجودہ تناسب کو بتا رہے ہیں جبکہ حدیث میں خشکی اور پانی کے حقیقی حدود کی نشاندہی کی جا رہی ہے۔ اس بحث کو سمجھنے کیلئے بحریات oceanography کے بعض مباحث کو مدنظر رکھنا ضروری ہوگا، جو حسب ذیل ہیں۔

براعظمی حاشیہ Continental Margins

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق خشکی اور سمندر کا موجودہ تناسب سمندر اور خشکی کے حقیقی حدود کی نشاندہی نہیں کرتا۔ کیونکہ آج خشکی کا بڑا حصہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔ جس کے کئی سارے اسباب اور وجوہات ہیں، ان پر بحث اس مضمون میں آگے ملاحظہ ہو۔ سمندروں میں خشکی کے اس ڈوبے ہوئے حصہ کو براعظمی حاشیہ کہا جاتا ہے۔ اس براعظمی حاشیہ کو سائنسدان تین حصوں میں بانٹتے ہیں:

۱- براعظمی فرش/تہہ continental shelf

۲- براعظمی ڈھلان continental slope

۳- براعظمی ابھار continental rise

<u>براعظمی فرش:</u> براعظمی فرش دراصل موجودہ براعظمی فرش کے حدود اصلی کی نشاندہی کرتے ہیں یعنی کہ براعظموں کا وہ حصہ جو سمندروں میں غرقاب ہو چکا ہے۔ اس حصہ کے اختتام پر براعظمی زمین میں کھائی کی طرح ڈھلان شروع ہو جاتا ہے۔ یہ موجودہ سمندری ساحل سے اوسطاً ۵۰ تا ۱۰۰ کلومیٹر (۳۰ تا ۶۰ میل) چوڑا ہوتا ہے۔ کہیں کہیں اس کی چوڑائی ۱۵۰۰ کلومیٹر بھی ہے۔ ساحل سمندر سے اس کے باہری کنارے outer edge تک اس کی گہرائی بالعموم ۱۳۰ میٹر (۴۲۵ فیٹ) ہے۔ براعظمی فرش سمندری فرش sea floor کے کل رقبے کے ۵ء۷ فیصدی حصہ کو گھیرے ہوئے ہے۔[۵] یعنی کہ موجودہ کل سمندری حصہ (۸ء۷۰ فیصد) کا ۵ء۷ حصہ براعظمی فرش پر مشتمل ہے۔

<u>براعظمی ڈھلان:</u> براعظمی فرش کا نقطۂ اختتام جسے shelf break بھی کہا جاتا ہے وہاں سے سمندری فرش میں دفعتاً اضافہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں ڈھلان کا انحناء براعظمی فرش کے ڈھلان کی بنسبت فی میٹر دس گنا زیادہ ہے۔ براعظمی حاشیہ کے اس حصہ کو براعظمی ڈھلان کہا جاتا ہے۔ گویا کہ یہ براعظمی دیواریں ہیں جو براعظمی فرش کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ براعظمی ڈھلان سمندری فرش کے کل رقبے کے ۵ء۸ فیصدی حصے کو گھیرے ہوئے ہے۔[۶]

<u>براعظمی ابھار:</u> براعظمی حاشیہ کا تیسرا حصہ براعظمی ابھار ہے جو سمندر اور براعظموں کے درمیان کی آخری کڑی ہے۔ یہ سمندری فرش کے کل رقبہ کے 3 فیصدی حصے کو گھیرے ہوئے ہے۔ مگر یہ براعظمی فرش اور براعظمی ڈھلان سے اس معنی میں مختلف ہے کہ براعظمی فرش اور براعظمی ڈھلان دونوں براعظمی قشرارض continental crest پر واقع ہیں جبکہ براعظمی ابھار کا بیشتر حصہ سمندری قشرارض oceanic crest پر واقع ہے۔ یعنی کہ براعظمی ابھار کا زیادہ تر حصہ سمندری فرش کے اوپر سے شروع ہوتا ہے۔ لہٰذا براعظمی ابھار دراصل سمندری حصہ شمار کیا جاتا ہے۔ یہ دراصل زمینی ترسیبات sediments کی شکل میں ہے جو بُردگی erosion کے عمل کے بعد سمندری سطح پر آکر ڈھیر ہو گیا ہے۔

چونکہ براعظمی تختی اور براعظمی ڈھلان ہی براعظمی حصہ شمار کیا جاتا ہے اوران دونوں کا تناسب سمندری فرش کے کل رقبہ کا ۱۶ فیصد ہوتا ہے یعنی (16 = 8.5 + 7.5)۔لہٰذا یہ رقبہ کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۱۱ء۳ فیصد ہوتا ہے، جس کا حسابی فارمولا حسب ذیل ہے:

$$(70.8 \times 16) / 100 = 11.32$$

اب کرۂ ارض کی موجودہ خشکی کے تناسب میں اس تناسب کو جوڑ دینے سے اس کی شکل یہ بنتی ہے:

$$29.2 + 11.3 = 40.5$$

یعنی کہ کرۂ ارض پر خشکی کا کل رقبہ 40.5 فیصد ہے، جس میں 29.2 فیصد حصہ سطح سمندر کے اوپر ہے اور 11.3 فیصد حصہ زیرآب ہے۔لہٰذا اب خشکی کے زیرآب حصہ کے تناسب کو سمندری حصہ کے تناسب سے گھٹا دیا جائے (کیونکہ سمندر کے موجودہ حصہ میں خشکی کا یہ ڈوبا ہوا حصہ بھی شامل ہے) تو سمندری بیسن ocean basin کے حصہ کا حقیقی تناسب یہ بنتا ہے:

$$70.8 - 11.3 = 59.5$$

اس طرح کرۂ ارض پر اب خشکی کے حصہ کا حقیقی رقبہ اس کے کل رقبے کا ۴۰ء۵ فیصد ہوا جس کا تناسب تقریباً ۲/۵ ہوتا ہے، اور سمندری حصہ کا رقبہ اس کے کل رقبہ کا ۵۹ء۵ فیصد ہوا جس کا تناسب تقریباً ۳/۵ ہوتا ہے۔لہٰذا یہ تناسب حدیث شریف میں مذکور خشکی اور سمندر کے تناسب ۳:۲ کے بالکل عین مطابق ہوا۔اس کی مزید تفصیلات لفظ ''عمران'' اور ''خراب'' کے تحت آگے ملاحظہ ہو۔

خشکی کے حقیقی حدود اور سمندر میں اتار چڑھاؤ کے اسباب

کرۂ ارض کے ماضی میں جب سطح سمندر اس کی موجودہ سطح سے نیچے تھی اس وقت براعظمی فرش کا بڑا حصہ جو اب زیرآب ہے سطح سمندر کے اوپر نمودار تھا۔سطح سمندر میں اس تفاوت کی ایک اہم وجہ براعظمی برفانیت continental glaciation ہے۔یعنی کہ ماضی میں جب کرۂ ارض کا درجہ حرارت کم تھا اس وقت سمندری پانی برفانی چٹانوں glaciers اور برفانی چادروں ice sheets کی شکل میں اکثر براعظمی فرش کو ڈھانکے ہوئے تھا۔جس کی وجہ سے سمندری سطح اس کی موجودہ سطح سے کافی نیچے تھی:

Continental glaciation has been a major cause of sea level fluctuations, creating a rise and fall of ± 130 m (± 425 ft) from present-day sea level. ے

''براعظمی برفانیت سطح سمندر کے تفاوت کا ایک بڑا سبب رہا ہے۔جس کی وجہ سے اس کی موجودہ سطح میں

۱۳۰ میٹر (۴۲۵ فیٹ) کی کمی اور زیادتی واقع ہوتی رہی ہے۔''

لہٰذا ماضی میں جب سمندری سطح نیچے تھی اس وقت براعظمی رقبہ اپنے موجودہ رقبے سے تقریباً ایک چوتھائی حصہ بڑا تھا[8]۔ اسی طرح ماضی بعید میں کرۂ ارض بعض ایسے ادوار (مثلاً کریٹیشیس عہد createaceous period) سے بھی گزرا ہے جبکہ کرۂ ارض کی برفانی چٹانوں کے پوری طرح پگھل جانے کی وجہ سے سطح سمندر اس قدر اونچی تھی کہ موجودہ براعظموں کا چالیس فیصد سے زائد حصہ زیر آب آ گیا تھا۔ کرۂ ارض کی تاریخ کے وہ ادوار جبکہ براعظموں پر بڑے پیمانے پر برف جم جانے کی وجہ سے سمندری سطح کافی نیچے تھی ان کو برفانی ادوار glacial periods/ ice ages کہا جاتا ہے۔ اسی طرح وہ ادوار جن میں براعظموں کی برف کے پگھلنے کی وجہ سے سمندری سطح میں زیادتی واقع ہوئی ان کو بین برفانی ادوار interglacial periods کہا جاتا ہے۔ کرۂ ارض کی تاریخ میں ایسے ادوار وقفہ وقفہ سے برابر آتے رہے ہیں[9]۔ لہٰذا زیر بحث احادیث میں خشکی اور سمندر کے حقیقی حدود کے تعین کے ساتھ ساتھ کرۂ ارض پر گزرے ان برفانی ادوار اور ان کے آنے اور ختم ہونے کی وجہ سے سطح سمندر میں تفاوت دونوں کی طرف انتہائی لطیف اشارے بھی موجود ہیں۔

خشکی کا آباد و غیر آباد حصہ:

کرۂ ارض پر سمندر اور خشکی کے تناسب (۳:۲) کے بعد حدیث شریف میں خشکی کے آباد (عمران) اور غیر آباد (خراب) حصہ کا تناسب بیان کیا گیا ہے کہ زمین کا آباد علاقہ 1/5 اور غیر آباد علاقہ بھی 1/5 ہے۔ یعنی کہ کرۂ ارض کی خشکی کا نصف حصہ آباد اور نصف خراب ہے۔ حدیث شریف میں مذکور کرۂ ارض کے خشکی کے علاقے کی یہ تقسیم بھی کافی اہم ہے اور جدید جغرافیائی تحقیقات اس حدیث میں مذکور معانی و مطالب کے بے پناہ اسرار و رموز کی تصدیق کر رہی ہیں۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

سب سے پہلے اس حدیث میں مذکور الفاظ ''خراب'' اور ''عمران'' کے لغوی معانی سمجھ لینا ضروری ہیں۔ لغت کی رو سے یہ دونوں الفاظ ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ لفظ ''عمران'' عمر، یعمر سے مشتق ہے جو کسی شئی میں زندگی کے وجود پر دلالت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اسی سے مشتق لفظ ''عمر'' ہے۔ جس کا مطلب ہے مدت حیات یعنی کہ کسی بدن میں روح کے باقی اور آباد رہنے کی مدت اور اس کا وقفہ[10]۔ اور عمران آبادی سے معمور منطقہ اور علاقہ کے لئے بولا جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں عمران سے مراد کرۂ ارض کی خشکی کا وہ علاقہ ہوا جو نباتاتی زندگی کا متحمل اور اس سے معمور ہو۔ کیونکہ حیوانات ہی کی طرح نباتات بھی زندگی سے متصف انواع حیات ہیں۔ لفظ ''خراب'' عمران کی ضد ہے۔ جس کے معنی غیر آباد، برباد، بے جان اور بنجر کے ہیں۔ یعنی کرۂ ارض کی خشکی کا وہ منطقہ جو نباتاتی زندگی کے لئے موزون یا اہل نہ ہو۔ قرآن مجید میں بھی جگہ جگہ نباتات سے آباد سرسبز و شاداب زمین کو زندہ اور ناقابل کاشت اور بنجر

زمین کو مردہ قرار دیا گیا ہے۔

اس نقطۂ نظر سے کرۂ ارض کی خشکی کے علاقے (براعظمی حصہ) کا سائنسی مطالعہ کیا جائے تو کرۂ ارض کے غیر آباد حصہ کو تین حصوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ جس کی تقسیم اس طرح ہوگی:

۱- خراب بوجہ غرقابی (زیادتی سمندری سطح)

۲- خراب بوجہ براعظمی برفانیت

۳- خراب بوجہ صحرا اور ریگستان

۱- خراب بوجہ غرقابی: جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا کہ براعظموں (خشکی) کے حقیقی حدود ان حدود سے کہیں زیادہ وسیع ہیں جو آج ہمیں سطح سمندر کے اوپر نظر آ رہے ہیں۔ براعظمی منطقے میں اس کمی کی وجہ کرۂ ارض کی برفانی چٹانوں کے پگھلنے کی وجہ سے سطح سمندر میں زیادتی ہے۔ لہٰذا جدید تخمینے کے مطابق براعظموں کے اس غرقاب حصہ کا تناسب کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۱۱ء۳ فیصدی ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔ اس اعتبار سے کل خشکی کا تقریباً تین چوتھائی حصہ (۲۹ء۲ فیصد) موجودہ سطح سمندر کے اوپر ہے جبکہ بقیہ ایک چوتھائی حصہ (۱۱ء۳ فیصد) زیر آب ہونے کی وجہ سے خراب یا برباد ہے۔

۲- خراب بوجہ براعظمی برفانیت: براعظمی حصہ کے ناقابل آباد یا برباد ہونے کی دوسری اہم وجہ براعظمی برفانیت ہے۔ یعنی وہ برفانی چادریں ہیں جو خشکی کے بڑے حصے کو پوری طرح برف سے ڈھانکے ہوئے ہیں۔ لہٰذا قطب جنوبی میں واقع براعظم انٹارٹکا اور قطب شمالی میں واقع گرین لینڈ تقریباً پوری طرح برف سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے یہاں نباتاتی اور حیوانی زندگی تقریباً مفقود ہے۔ ان براعظموں پر برفانی چادروں کی اوسط موٹائی ۲ تا ۴ کلومیٹر ہے۔ انٹارٹکا تقریباً مکمل طور پر زیر برف ہے جبکہ گرین لینڈ کا 4/5 حصہ برف سے ڈھکا ہوا ہے۔ لہٰذا انٹارٹکا میں نباتاتی زندگی اور مستقل انسانی آبادی مفقود ہے جبکہ گرین لینڈ کے بقیہ 1/5 حصہ میں جو برف سے خالی ہے چھوٹی آبادیاں پائی جاتی ہیں۔ کرۂ ارض پر موجودہ براعظمی حصہ کے کل رقبہ کا تقریباً ۱۱ فیصدی حصے کو انٹارٹکا، گرین لینڈ اور دوسرے براعظمی گلیشیئرز گھیرے ہوئے ہیں[۱۱]۔ جس کی وجہ سے خشکی کا یہ حصہ نباتاتی زندگی کے لئے خراب یا بنجر شمار کیا جاتا ہے۔ یہ رقبہ کل کرۂ ارض کے رقبے کا ۳ء۲۱ فیصد ((29.2 x 11) / 100 = 3.21) ہوتا ہے۔

۳- خراب بوجہ صحراء وریگستان: براعظموں کا تیسرا منطقہ جو خراب کے زمرہ میں آتا ہے وہ کرۂ ارض کا ریگستانی منطقہ ہے۔ دنیا کے اکثر ریگستان نیم منطقہ حارہ subtropical regions میں واقع ہونے کی وجہ سے انتہائی گرم اور بنجر علاقے شمار کئے جاتے ہیں۔ یہاں بارش انتہائی کم یا نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے۔ لہٰذا یہ علاقے نباتاتی اور حیوانی زندگی کی بقا کے متحمل نہیں ہوتے بلکہ جو لوگ ریگستان میں رہتے ہیں ان کو یہاں کے سخت گرم اور

سوکھے موسم کا عادی ہونا ضروری ہوتا ہے۔اسی طرح ریگستان میں پانی کی قلت کی وجہ سے بھی یہاں نباتاتی زندگی تقریبا معدوم ہے۔

جدید تخمینوں کے مطابق کرۂ ارض کے تمام ریگستان موجودہ خشکی کے تقریبا۷/۱ حصہ کو گھیرے ہوئے ہیں۔ یعنی کہ کل خشکی کا ایک ساتواں حصہ ریگستانوں پر مشتمل ہے[۱۲]۔

اور یہ رقبہ کرۂ ارض کے کل رقبہ کا ۴ء۱۷ فیصد (29.2 / 7 = 4.17) ہوا۔

اوپر ہم نے کرۂ ارض پر سمندر اور خشکی اور پھر خشکی کے آباد اور خراب حصہ پر جو بحث کی ہے اس کا خلاصہ حسب ذیل جدول نمبر ۱ میں ملاحظہ ہو:۔

منطقہ	رقبہ (ہزار مربع کلومیٹر تقریبا)	تناسب (فیصد)
کرۂ ارض کا کل رقبہ	509,700,000	100 %
سمندر کا موجودہ حصہ	361,300,000	70.8 %
خشکی کا موجودہ حصہ	148,400,000	29.2 %
سمندر کے حقیقی حدود (براعظمی فرش اور براعظمی ابھار کو نکال کر)	303,271,500	59.5 %
خشکی کے حقیقی حدود (براعظمی فرش اور براعظمی ابھار کو ملا کر)	206,428,500	40.5 %
خشکی کا خراب حصہ بوجہ غرقابی	57,698,040	11.32 %
خشکی کا خراب حصہ بوجہ براعظمی برفانیت	16,361,370	3.21 %
خشکی کا خراب حصہ بوجہ ریگستان	21,254,490	4.17 %
خشکی کا کل خراب حصہ	95,313,900	18.70 %
خشکی کا کل آباد حصہ	111,114,600	21.80 %

جدول ۱: کرۂ ارض کے خشکی اور سمندر اور آباد اور خراب منطقہ کا تناسب

جیسا کہ مذکورۂ بالا جدول سے معلوم ہو رہا ہے کہ سمندر کرۂ ارض کے کل رقبے کے تقریبا ۶۰ فیصدی (۵/۳) حصہ کو گھیرے ہوئے ہے، جبکہ خشکی تقریبا ۴۰ فیصدی حصہ (۵/۲) پر محیط ہے۔اسی طرح خشکی کا تقریبا نصف حصہ خراب یا بنجر شمار کیا جاتا ہے، جس کا تناسب کرۂ ارض کے کل رقبہ کا تقریبا ۵/۱ حصہ ہے۔جبکہ خشکی کا مزید نصف حصہ (۲۲ فیصد)

آباد شمار کیا جاتا ہے۔ جو کرۂ ارض کے کل رقبہ کا تقریباً ۵/۱ ہوتا ہے۔ اس طرح یہ اعداد و شمار حدیث میں مذکور حقائق سے مکمل طور پر مطابقت رکھتے ہیں۔

واضح رہے کہ کرۂ ارض کے اس وسیع منظر نامہ میں آدھا یا ایک فیصدی تفاوت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس طرح کے تخمینوں میں ایک آدھ فیصد کی کمی بیشی کا امکان margin of error بہر حال موجود ہوتا ہے۔ لہذا احادیث کا اصل مقصد کرۂ ارض کا ایک وسیع منظر نامہ پیش کرنا ہے۔

اس کے بعد اب اس سلسلے کی اگلی حدیث ملاحظہ ہو جس کی تخریج ابن ابی حاتم نے کی ہے، جس میں کہا گیا ہے کہ زمین پر غیر آباد (خراب) حصہ کا تناسب ۵/۴ ہے اور آباد حصہ کا تناسب ۵/۱ ہے۔ لہذا کرۂ ارض کے مذکورۂ بالا جغرافیائی اعداد و شمار کی روشنی میں اس کی معنویت بھی از خود واضح ہے کہ اس حدیث میں خراب کے مفہوم میں کرۂ ارض کے سمندر ۵/۳ اور خشکی کا خراب حصہ ۵/۱ دونوں شامل ہیں۔ لہذا ان دونوں کو جوڑنے سے کرۂ ارض کے کل خراب حصہ کا تناسب ۵/۴ ہوا۔ اور اس حدیث میں ان دونوں کو خراب کہے جانے کی وجہ بھی واضح ہے کہ یہ علاقے نباتاتی زندگی کے لئے متحمل نہیں ہونے کی وجہ سے خراب شمار کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اس حدیث میں بتایا گیا ہے کہ کرۂ ارض کا بقیہ ۵/۱ حصہ آباد ہے، جس کی تفصیل اوپر گزر چکی ہے۔

احادیث کا علمی اعجاز اور اصول حدیث

جیسا کہ اس بحث سے واضح ہو گیا کہ کرۂ ارض کے ان دقیق معلومات اور جدید ترین جغرافیائی انکشافات اور حدیث شریف کے بیانات میں بدرجہ اتم مطابقت اور ہم آہنگی پائی جا رہی ہے اور حدیث کے چند الفاظ ان تمام گوناگوں اور متفرق حقائق کی انتہائی خوبصورتی سے تفسیر و تشریح کر رہے ہیں۔ لہذا احادیث اور جدید سائنسی تحقیقات کے درمیان اسقدر حیرت انگیز مطابقت سے جو پہلا سائنسی اصول مرتب ہوتا ہے وہ یہ کہ اس قسم کے حقائق کا ماٰخذ انسانی کلام نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کا ماٰخذ ایک ایسی ہستی ٹھہرتی ہے جس کی نظر اور دسترس میں کائنات کے معمولی سے معمولی اور بڑے سے بڑے تمام مظاہر اور اشیاء ہوں۔ اور ایسی معلومات کا انسان تک اس کی تحقیق و تفتیش سے قبل ہی پہنچ جانا اس سے وحی الٰہی کا اثبات ہوتا ہے۔ اور اس سے اس بات کا اثبات بھی ہوتا ہے کہ وحی کے دائرے میں صرف قرآن ہی نہیں بلکہ حدیث نبوی ﷺ بھی آتی ہے۔

یہاں جو چیز اور زیادہ قابل توجہ اور لائق اعتناء ہے وہ یہ کہ یہاں بحث کی گئی تین احادیث میں سے پہلی دو احادیث جن کو حضرت حسان بن عطیہ نے روایت کیا ہے وہ احادیث مقطوعہ (وہ حدیث جس کی نسبت کسی تابعی کی طرف ہو) ہیں۔ جبکہ تیسری حدیث جس کو حضرت عبداللہ بن عمرو نے روایت کیا ہے وہ حدیث موقوف (وہ حدیث جس کی نسبت کسی صحابی کی طرف ہو) ہے۔ یعنی کہ یہ دونوں اقوال صحابہ اور تابعین کے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے اقوال نہیں

ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو صحابی ہیں جبکہ حضرت حسان بن عطیہ تابعی ۔ لہٰذا اس سے اس اصول حدیث کا منطقی اور سائنسی اثبات بھی ہوتا ہے کہ صحابہ کیساتھ ساتھ تابعین کے اقوال صحیحہ کا ماخذ بھی اقوال رسول ﷺ ہی ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ کے علم کا ماخذ وحی الٰہی ہے۔ اس طرح آج جدید سائنس سے نہ صرف قرآن کی حقانیت کا بلکہ حدیث نبوی کی حقانیت کا بھی اثبات ہورہا ہے اور حدیث میں احادیث مرفوعہ، احادیث موقوفہ اور احادیث مقطوعہ تمام شامل ہیں۔

(حواشی)

۱- دیکھئے اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد ۷، ص ۲۸۱، دانش گاہ پنجاب، پاکستان۔

۲- العظمۃ: ابوالشیخ، ۴/۱۴۱۲؛ الہیئۃ السنیۃ، جلال الدین السیوطی، ص ۴۷؛ کتاب فی الہیئۃ، ص ۶۷۔

۳- تفسیر الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، ۴/۴۲، دار المعرفۃ، بیروت۔

۴- تفسیر الدر المنثور، جلال الدین سیوطی، ۴/۴۲؛ فتح القدیر، شوکانی، ۳/۶۶، دار الفکر، بیروت۔

۵- Oceanography: Inagmanson & Wallace, p. 83.

۶- حوالہ سابق۔

۷- حوالہ سابق، ص ۸۶۔

۸- حوالہ سابق۔

۹- برفانی ادوار پر تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو راقم کا مضمون: "کرۂ ارض کے برفانی ادوار اور موسمی تبدیلیاں: قرآن، حدیث اور جدید سائنسی تحقیقات کی روشنی میں"۔

۱۰- المفردات فی غریب القرآن، راغب اصفہانی، ص ۳۴۷، دار المعرفۃ، بیروت۔

۱۱- Encyclopaedia Britannica 2001 Deluxe Edition CD ROM. Article: Glaciers.

۱۲- ملاحظہ ہو: ورلڈ بک انسائیکلوپیڈیا: ۱۳۰/۵۔

آپ اپنے مضامین بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

editor_alhaq@yahoo.com

ڈاکٹر وحید الدین*

عدل اور عدلیہ

اس وقت ملک عدالت عظمیٰ کے بحران میں پھنسا ہوا ہے اس تناظر میں زیر نظر مقالہ میں اسلام کے نظام عدل و عدلیہ پر روشنی پڑتی ہے۔ ....(ادارہ)

عدلیہ کی آزادی۔ قانون کی حاکمیت:

عدلیہ کی آزادی، ریاست کی سیاست اور خودمختاری کی علامت ہے، اس لئے اصل قضاء وہ ہے جو اجنبی قوموں کے تسلط سے آزاد ہو، قانون ساز ادارہ یعنی مقننہ گو مرتبہ کے اعتبار سے عدلیہ سے بلند ہے لیکن عدلیہ کی خودمختاری میں مداخلت کرنا اس کے لئے بھی جائز نہیں۔ تمام اقوام کے وساتیر اسی پر متفق ہیں۔ (۱)

قضاء کی خودمختاری قانون کی برتری کی ضمانت ہے اور قانون کی برتری معاشرہ کے ہر فرد کے حقوق کی ضمانت ہے۔ عدلیہ کے دائرہ اثر سے ریاست کا کوئی فرد خارج نہیں ہوسکتا نہ ہی حکومت وقت کو عدلیہ پر اثر انداز ہو کر ظلم پر آمادہ کرنے اور حق و عدل سے روکنے کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

عدل و انصاف کا قیام ایک عظیم معاشرتی ضرورت ہے، کیونکہ بعض فطری میلانات کے عدم اعتدال سے فساد پیدا ہوتا ہے، عدلیہ ان میلانات کو اعتدال پر رکھتی ہے۔ چرچل سے ایک دفعہ کہا گیا کہ برطانیہ کے انتظامی اور سیاسی عملے میں بگاڑ پیدا ہوگیا ہے۔ اس پر اس نے پوچھا۔ عدلیہ کیسی ہے۔ اسے بتایا گیا کہ وہ درست ہے۔ اس نے کہا کہ پھر تو کوئی اندیشہ نہیں یہ اس لئے کہا کیونکہ عدلیہ سے بگاڑ درست ہو جاتا ہے۔

برطانیہ میں ملکہ برطانیہ اگر قتل کردے تو اس پر مقدمہ نہیں چلایا جاسکتا۔ قانون کی اس محکومی کو دیکھ کر حکیم مولن پکار اٹھا: ''قانون مکڑی کا جالا ہے طاقتور اس کو توڑ کر نکل جاتا ہے اور کمزور پھنس جاتا ہے''

---

* چیئرمین شعبہ عربی، علوم اسلامیہ و تحقیق گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

مولانا ابوالکلام ایک قدم اور آگے آئے وہ فرماتے ہیں ”دنیا میں سب سے زیادہ ناانصافیاں میدان ہائے جنگ کے بعد عدالت کے کٹہرے میں ہوئی ہیں“

اسلام نے عدلیہ کی بالادستی کا جو تصور پیش کیا ہے دنیا کی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے عدلیہ کا انتظامیہ کی بے جا مداخلت سے آزادی اور اس کی بالادستی قیام عدل کی بنیادی شرط ہے یہ اسلام کی عظمت اور آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ قانون کو حاکمیت Rule of Law بخشی۔

قرآن کریم: وان احکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم واحذرھم ان یفتنوک عن بعض مآ انزل اللہ الیک (۲)

اور ہم حکم دیتے ہیں کہ آپ ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور ان کی خواہشوں پر عملدرآمد نہ کیجئے۔ اور ان سے یعنی ان کی اس بات سے احتیاط رکھیئے کہ وہ آپ کو اللہ کے بھیجے ہوئے کسی حکم سے بچلادیں۔

وانزلنا الیک الکتاب بالحق مصدقاً لما بین یدیہ من الکتاب ومھیمناً علیہ فاحکم بینھم بما انزل اللہ ولا تتبع اھوآءھم عما جاءَک من الحق لکل جعلنا منکم شرعۃ ومنھاجا۔ (۳)

اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان کتابوں کی محافظ ہے تو ان کے باہمی معاملات میں اس بھیجی ہوئی کتاب کے موافق فیصلہ فرمایا کیجئے اور یہ جو سچی کتاب آپ کو ملی ہے اس سے دور ہو کر ان کی خواہشوں پر عمل درآمد نہ کیجئے تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقت تجویز کی تھی۔

سنت نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم: یا ایھا الناس انما مفصل من کان قبلکم کانوا اذا سرق الشریف ترکوہ واذا سرق الضعیف فیھم اقاموا علیہ المتد وایم اللہ لوان ناظمۃ بنت محمدؐ سرق لقطع محمدؐ یدھا۔ (۴)

اے لوگوں! تم سے پہلے جو امتیں گزری ہیں وہ اسی لئے گمراہ ہوئی ہیں کہ ان کے اونچے درجے کے لوگ جب چوری کرتے تھے تو ان کو چھوڑ دیتے تھے اور جب کم درجہ کے لوگ چوری کرتے تو ان کو مقررہ سزا دیتے تھے خدا کی قسم اگر محمدؐ کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو محمدؐ ضرور اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔

یہ آپؐ کا فرمان اس موقع پر تھا جب قریش کے قبیلہ بنی مخزوم کی ایک عورت فاطمہ بنت اسود سے چوری کا جرم سرزد ہو گیا۔ قریش کے کہنے پر حضرت اسامہؓ بن زیدؓ نے سزا معاف کرنے کی سفارش کی جس پر آپؐ نے مذکورۃ

الصدر ارشاد فرمایا۔

یہودیوں کے ایک مقدمہ زنا کی سماعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے ان کے بڑے عالم سے کہا کہ میں تم کو اس خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے موسیٰ پر تورات نازل کی تھی۔ تورات میں کیا زنا کی سزا یہی منہ کالا کرنا ہے جو تمہارے درمیان مروج ہے۔ اس نے کہا سچی بات یہ ہے کہ تورات میں تو اس جرم کی سزا رجم بتائی گئی ہے۔ مگر ہمارے شہزادوں میں جب زنا کی کثرت زیادہ ہوگئی تو ہم نے ان کو سزا دینا چھوڑ دیا اور کمزور لوگوں پر یہ سزا بدستور نافذ کرتے رہے۔ بعد میں ہم نے مشورہ کیا کہ ایسی سزا مقرر کرنی چاہیے جو سب پر نافذ کی جاسکے۔ چنانچہ ہم نے کچھ مار پیٹ اور منہ کالا کر کے مجرم کا جلوس نکالنے کی سزا مقرر کر دی۔ اور رجم ترک کر دیا' اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اے اللہ میں وہ پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو زندہ کیا ہے جسے ان لوگوں نے معطل کر دیا تھا (۵) اور پھر ان یہودی زانیوں کو سنگسار کرنے کا حکم دیا جن کا مقدمہ آپ ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔ اس واقعہ کے بارے میں سورۃ المائدہ کی آیات اکتالیس تا سینتالیس نازل ہوئی ہیں۔ تورات میں شادی شدہ عورت سے زنا کی سزا سنگسار کرنا تھی۔ (۶)

عبداللہ بن جبیر خزاعی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک شاخ تھی یا مسواک تھا' جس سے ایک شخص کے پیٹ میں چوٹ آگئی اس نے کہا او جعتنی فاقدنی' آپؐ نے مجھے درد پہنچایا ہے۔ اس لئے مجھے بدلہ لینے کی اجازت دیں۔ آپؐ نے وہی شاخ اس کے ہاتھ میں دے دی اور فرمایا "استقر" بدلہ لے لو اس شخص نے آپ کا پیٹ مبارک چوم کر کہا میں نے آپ کو معاف کر دیا۔ امید ہے آپؐ قیامت کے روز میری شفاعت کریں گے" (۷)

اس قسم کے مختلف واقعات ہیں جن کے متعلق عمر فاروقؓ فرماتے ہیں:

وقد رأیت رسول اللہ ﷺ اقص من نفسہ (۸)

میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ وہ اپنی ذات سے بھی بدلہ دیتے تھے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے بھی اپنی ذات سے بدلہ لینے کا حق دیا ہے۔

ابوبکرؓ نے بھی ایک شخص کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا اور حضرت عمرؓ نے بھی حضرت سعدؓ کو اپنی ذات سے بدلہ دیا تھا۔ (۹)

رسول اللہ ﷺ اپنی آخری بیماری میں ایک خطبہ ارشاد فرمایا:

ایھا الناس من کنت جلدتہ ظھر فھذا ظھری فلیستقدمنہ ومن کنت تشتمت لہ عرضا فھذا عرضی فلیستقرمنہ ومن اخذت لہ مالاً فھذا مالی فلیاء خترمۃ ولا یخشی الشھاء من قبلھم فانہ لیس من شانی الاوان احبکم الی

من اخذمني حقا ان كانه له اوعللني فلقيت ربي وانا طيب النفس ثم نزل فصلي الظهر ثم رجع الي المنبر فعادلمقالته الاولي (۱۰)

لوگوں میں نے جس کی پیٹھ پر کوڑا مارا ہوتو یہ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ مجھ سے بدلہ لے لے۔ اور اگر میں نے کسی کی عزت پر سب وشتم سے زیادتی کی ہوتو میری عزت حاضر ہے اس سے بدلہ لے لے اور اگر میں نے کسی کا مال دبالیا ہوتو یہ میرا مال حاضر ہے اس میں سے اپنا حق لے لے اور میری طرف سے ناراضی کا خطرہ بھی دل میں نہ لائے۔ کیونکہ میں اس شخص سے محبت کرتا ہوں جو اپنا حق 'اگر ہے تو' مجھ سے لے لے تا کہ میں اطمینان قلب سے اپنے رب کے دربار میں پیش ہوں یہ کہہ کر آپ منبر سے اتر آئے پھر ظہر کی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد آپؐ دوبارہ منبر پر تشریف لائے اور پھر یہ کلمات دہرائے۔

خلفائے راشدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایھا الناس قدولیت علیکم ولیست بخیر کم ان احسنت فامینوني وان اسأت نقوموني۔ اطیعوني مااطمت الله ورسوله نازا عصیت الله ورسوله فلا طاعه لي علیکم۔ (۱۱)

لوگو! مجھے تمہارا امیر بنادیا گیا ہے جب کہ میں تم سے افضل نہیں ہوں اگر میں اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا اور اگر برا کام کروں تو مجھے سیدھا کر دینا اس وقت تک میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتا ہوں اور اگر میں اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کروں تو تمہارے ذمہ میری اطاعت نہیں۔

سیدنا فاروق: ان رأیتم في اعوجاجا فقوموه۔ فیقول الرجل والله لورائینا فیک اعوجاجالقوضاه بحد سیوتنا فیقول عمر الحمدلله الذي جعلي في انه محمد من یقوم اعوجاج عمد۔ (۱۲)

اگر تم مجھ میں ٹیڑھا پن دیکھو تو اسے سیدھا کر دو تو ایک نے کہا اللہ کی قسم اگر ہم نے آپ میں ٹیڑھا پن دیکھا تو تلوار کی نوک سے سیدھا کر دیں گے۔ تو آپؓ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے امت محمدیہؐ میں ایسے شخص کو پیدا کیا جو عمرؓ کے ٹیڑھا پن کو سیدھا کرے۔

ضعیفکم عندي قوي حتي اخزله الحق وقویکم عندي ضعیف حتي اختر الحق منه (۱۳)

تم میں سے کمزور میرے نزدیک مضبوط ہے جب تک اس کا حق نہ دلا دوں اور تم میں سے مضبوط میرے نزدیک کمزور ہے جب تک اس سے حق وصول نہ کرلوں۔

لوروت اني وایاکم في سفینة في لجة البحر تذهب بنا شرقاً وغربا

فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلا منهم فان استقام اتبعوه وان جنف قتلوه فقال طلحه وما علیک لوقلت وان تحوج عزلوه قال لا النقل الکل فمن بعده۔ (۱۴)

کاش میں اور تم سمندر کے وسط میں ایک سفینہ میں سوار ہوتے جو ہمیں شرق وغرب میں لئے بھٹکتا اس صورت میں یہ لوگ یقیناً کس کو امیر بنا لیتے پس اگر وہ صحیح چلتا تو یہ اس کی اطاعت کرتے اور اگر غلط چلتا تو قتل کر دیتے۔ حضرت طلحہؓ فرمانے لگے کہ اگر آپ یوں کہہ دیں کہ اگر وہ غلط چلے تو اسے معزول کر دیں تو اس میں کیا حرج ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ نہیں۔ اس کا قتل آنے والے حاکم کے لئے زیادہ عبرت آموز ہے۔

وحینما اسلم ملک الفسانه جبلة ابن الایلعم جاء الی الکعبة واغزیا لطواف فداس امر الاعراب علی ازاره فلطمه فاشتکی الاعرابی الی عمر بن الخطاب فاحضر جبلة وحکم بان یضربه الاعرابی فقال حیله انا امیر وهوسوقة فقال عمر کلمة الاسلام ساذی بینکما (۱۵)

شاہ غسانہ جبلہ بن الہیم جب مسلمان ہوا تو حرم شریف میں حاضر ہو کر طواف کر رہا تھا کہ کسی اعرابی کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا جس پر اس نے اعرابی کو تھپڑ رسید کیا' اعرابی شکایت لے کر امیر المومنین حضرت عمرؓ کے پاس حاضر ہوا آپؓ نے جبلہ کو طلب فرما کر فیصلہ فرمایا کہ اعرابی اسے تھپڑ مار کر بدلہ لے لے اس پر جبلہ نے کہا میں بادشاہ ہوں اور یہ ایک عام آدمی ہے یہ کس طرح مجھ سے قصاص لے سکتا ہے؟ آپؓ نے فرمایا اسلام نے تم دونوں کو حقوق میں برابر کر دیا ہے۔

<u>حضرت عثمانؓ</u>: ایک دفعہ ایک مجمع میں فرمایا: اگر کسی کا مجھ پر کوئی حق ہو یا ظلم کرنے کا کوئی دعویٰ ہو تو میں حاضر ہوں اگر چاہے تو مجھ سے بدلہ لے لے اور اگر چاہے معاف کر دے۔ (۱۶)

<u>فقہائے حنفیہ کا فتویٰ</u>: اور فقہائے حنفیہ کا فتویٰ یہی ہے کہ قاضی امیر المومنین اور اسکے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔ قاضی خان فرماتے ہیں:

ویجوز قضاء القاضی للامیر الذی ولاه وکذلک قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلی وقضأ الاعلی للقاضی الاسفل۔ (۱۷)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمات کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ' قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل' قاضی اعلیٰ کے مقدمہ کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

عدلیہ کی آزادی اور خود مختاری کے متعلق امام اعظم کی رائے یہ تھی کہ قاضی کا حکم خود خلیفہ پر بھی نافذ ہونا چاہیے اور اگر قاضی اپنا فیصلہ حکمران اور اس کے عمال پر نافذ نہ کر سکتا ہو تو اسے قضاء کا عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دینا چاہیے۔

عدلیہ اور انتظامیہ

اسلامی عدلیہ انتظامیہ سے متاثر نہیں: جسٹس امیر علی نے اپنی مشہور تصنیف میں پروان ہمیر کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"اسلامی نظام اپنی ابتداء ہی میں زبانی وعملی ہر دو اعتبار سے عدلیہ اور انتظامیہ کے مابین تفریق کا اعلان کرتا ہے۔ (۱۸)

اور ہم دیکھتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ میں فتوحات بکثرت ہونے کی وجہ سے جب حکومت کا کام بڑھ گیا تو حکومت کے مختلف شعبوں کی باقاعدہ تنظیم ہوئی اور اس وقت نہ صرف خلیفہ کے لئے بلکہ ان کے مقرر کردہ نائب (گورنروں) کے لئے بھی انتظامیہ اور عدالتی امور سرانجام دینا دشوار ہوگئے اور رعایا کی سہولت بھی اسی میں تھی کہ عدالتی امور کو انتظامی امور سے آزاد کردیا جائے۔ زھری کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے عدلیہ کا کام جناب علی کرم اللہ وجہہ کے سپرد فرمایا تھا۔ اور ابن خلدون کہتے ہیں کہ دارالخلافہ مدینہ منورہ میں قضاء کا کام حضرت ابوالدرداؓ صحابیؓ کے سپرد کیا تھا اور بصرہ میں شریح کے اور کوفہ میں ابوموسیٰ اشعری کے ذمہ تھا۔

اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام ایک ابدی دین ہے وہ سیاست وحکمرانی کے لئے ایسی بنیادی ہدایات دیتا ہے جن کی روشنی میں ہر زمانہ کے مطابق انتظامی جزئیات اور طریق کار کو خود طے کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ یہ بات کہ عدلیہ انتظامیہ سے بالکل الگ رہے یا اس کے ساتھ وابستہ اس بارے میں کوئی ایسا متعین حکم نہیں دیا گیا جو ہر دور میں ناقابل تبدیل ہو۔

حضرت داؤد علیہ السلام کو بیک وقت انتظامیہ اور عدلیہ دونوں کی ذمہ داری سونپی گئی۔ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ خلفائے الراشدین میں بھی یہی طرز عمل رہا مگر بعد کی اسلامی حکومتوں میں اس طریق کو بدل دیا گیا اور امیر المومنین کو انتظامیہ کا اور قاضی القضاۃ کو عدلیہ کا سربراہ بنایا گیا اور کسی بھی دور میں حکمرانوں کی امانت ودیانت پر اگر بھروسہ نہ رہے تو عدلیہ کو انتظامیہ سے بالکل آزاد کردیا جائے تاکہ عدل وانصاف متاثر نہ ہو۔

قاضی کی سروس کا تحفظ: عدالت کی آزادی خودمختاری کے خلاف سب سے خطرناک ہتھیار جج کو بلا کسی وجہ کے اپنے عہدہ سے معزول کردیتا ہے۔ اسی لئے عدالت کی خودمختاری برقرار رکھنے کے لئے دساتیر میں اس کی ضمانت دی گئی ہے کہ ججوں کو اس وقت تک ان کے عہدے سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا جب تک ان پر پیشہ ورانہ بددیانتی کا الزام ثابت نہ ہوجائے۔ چنانچہ آج کل دنیا کی تمام حکومتوں میں عدالتوں کے ججوں کو کسی واضح الزام کے بغیر ان کے عہدوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔

ولیس للولی غزل القاضی مادام میقما علی الشرائط لانه بالولایة یصیر ناظر اللمسلمین علی سبیل المصلحة لاعن الامام (۱۹)

حاکم کو قاضی کے عزل کا حق حاصل نہیں ہے جب تک وہ شرائط پر قائم ہو۔ کیونکہ منصب قضاء پر فائز ہونے کے بعد وہ علی سبیل المصلحۃ مسلمانوں کے امور کا نگران اور ان کے حقوق کا نگہبان ہوجاتا ہے نہ کہ امام کی جانب سے۔

تاہم اسلام کے نظام عدل میں قاضی کی بالادستی کی بجائے قانون کی بالادستی ہے اور خلیفہ وقت کی طرح قاضی القضاۃ بھی جواب دہ ہے۔ اگر اس چیف جسٹس پر بھی دعوی ہو جائے تو دوسرے قاضی کی عدالت میں باقاعدہ اس کی سماعت ہوگی۔ فقہائے حنفیہ کا فتوی یہی ہے کہ قاضی امیر المؤمنین اور اس کے عمال اور اس طرح دوسرے قاضیوں کے مقدمات کی سماعت کر سکتا ہے اور فیصلہ دے سکتا ہے۔

ویجور قضاء القاضی للامیر الذی ولاہ و کذلک قضاء القاضی الاسفل للقاضی الاعلیٰ وقضاء الاعلی للقاضی الاسفل (۲۰)

قاضی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس امیر کے مقدمے کا فیصلہ کرے جس نے اس کو قاضی مقرر کیا تھا اور اس طرح قاضی اعلیٰ قاضی اسفل کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے اور قاضی اسفل، قاضی اعلیٰ کے مقدمے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔

حضرت فاروقؓ کا ارشاد ہے: لودوت انی وایاکم فی سفینۃ فی لجۃ البحر تذھب بنا شرقا وغربا فلن لیعجز الناس ان یولوا رجلا منھم فان استقام اتبعوہ وان جنف قتلوہ فقال طلحہ وما علیک لو قلت وان تعوج عزلوہ قال لا القتل انکل لمن بعدہ۔ (۲۱)

حضرت عمرؓ کی خواہش یہ تھی کہ کسی بھی منصب پر فائز شخص اپنے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے تو اسے عبرتناک سزا ملنی چاہیے۔

توہین عدالت کا قانون

<u>قاضی اور عدلیہ کا وقار:</u> قیام عدل کے لئے عدلیہ اور قاضی کا وقار ایک بنیادی ضرورت ہے۔ عدلیہ کا وقار اور جج کی عظمت برقرار رکھنے کے لئے حکومت کو وہ سارے وسائل اختیار کرنے چاہئیں جو وہ کر سکتی ہے۔ اور ایسا کرنا قاضی پر احسان نہیں بلکہ معاشرہ کا وقار اور صحیح نظام قائم رکھنے کے لئے یہ ایک ناگزیر عمل ہے۔ اور لوگوں کے لئے بھی اپنے جیسے انسان کی قدر و عظمت اور اسکے احکام کی تعمیل صرف اس صورت میں ممکن ہے جب جج اور عدلیہ کا وقار اور عظمت ہر قیمت پر قائم رہے۔ البتہ اسلامی نظام عدل میں خلیفہ وقت اور قاضی سے بڑھ کر قانون کو حاکمیت حاصل ہے اور یہی عدالت کی روح ہے، عصر حاضر کے مروجہ قانون میں بھی توہین عدالت ایک جرم ہے توہین عدالت سے مراد ہر وہ کام ہے جو عدلیہ کے وقار اور جج کی Status کے خلاف ہو

<u>قرآن کریم:</u> فلا وربک لا یومنون حتی یحکموک فیما شجر بینھم ثم لا یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت ولیسلموا تسلیما۔ (۲۲)

پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپؐ سے تصفیہ کرا دیں پھر اس کے بعد آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پاویں اور

پورا پورا تسلیم کرلیں۔

مفسرین کی آراء

حکیم الامت مولانا تھانویؒ : آپ نہ ہوں تو آپ کی شریعت سے فیصلہ کرادیں۔ (۲۳)

مفتی محمد شفیعؒ مفسرین نے فرمایا کہ ارشاد قرآنی پر یہ عمل آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک کے ساتھ مخصوص نہیں، آپؐ کے بعد آپ کی شریعت مطہرہ کا فیصلہ خود آپ ہی کا فیصلہ ہے۔ اس لئے یہ حکم قیامت تک اس طرح جاری ہے کہ آپ کے زمانہ مبارک میں خود بلاواسطہ آپ سے رجوع کیا جائے۔ اور آپؐ کے بعد آپ کی شریعت کی طرف رجوع کیا جائے جو درحقیقت آپ ہی کی طرف رجوع ہے۔ (۲۴)

آیت مذکورہ الصدر کے ذیل میں مفسرین کرام کی تفسیر سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شرعی عدالت کے ہر قاضی اور اس کے ہر شرعی فیصلہ کو یہ عظمت و وقار حاصل ہوگا۔

دو تاریخی واقعے: ابوالموفق سیف بن جابر عہد عباسی میں قاضی واسط کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ترش کلامی کی تو قاضی نے اسے قید کردیا۔ سلیمان بن شیخ نے اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی ذات کیلئے اسے قید کیا ہے کیونکہ قاضی کے حکم کی توہین دراصل قانون اسلامی کی توہین ہے اور قانون اسلامی کی توہین پورے اہل اسلام کی توہین ہے۔ (۲۵)

ایک قاضی کے ہاں دو شخصوں کا مقدمہ ہوا مگر مدعی علیہ نے پہل کرکے اپنے آپ کو مدعی بنادیا صاحب حق اپنے فریق مخالف پر تعجب کرتے ہوئے ہنس پڑا۔ قاضی ابن جربویہ اس قدر اس کی حرکت پر چیخے کہ عدالت اس ڈانٹ سے بھر گئی اور پھر کہا کہ اللہ تجھے کبھی نہ ہنسائے کیوں ہنس رہا ہے۔ اللہ تجھے غارت کرے تو ہنس رہا ہے جب کہ تیرا قاضی جنت اور جہنم کے درمیان معلق ہے۔ قاضی کا اس شخص پر اتنا رعب ہوا کہ وہ تین ماہ بیمار پڑا رہا اور جب اس کے ساتھی نے اس شخص سے ملاقات کی اور اس کی بابت پوچھا تو اس نے کہا اب تک قاضی کی چیخ میرے دل میں ہے اور گھائل کئے دے رہی ہے۔ (۲۶)

دیگر امور اس کے علاوہ درج ذیل چند امور بھی توہین عدالت کے ضمن میں آتے ہیں اور ان پر تعزیر ہے۔

۱۔ عذر کے بغیر عدالت کے سمن کی عدم تعمیل ۲۔ جھوٹی گواہی

۳۔ جھوٹا بیان ۴۔ دعویٰ سے ہٹ کر فریقین میں گالی گلوچ۔ (۲۷)

عدالت کے سمن کی عدم تعمیل

قرآن کریم واذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون۔ (۲۸)

اور یہ لوگ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف اس غرض سے بلائے جاتے ہیں کہ رسولؐ ان کے (اور ان کے خصوم کے) کے درمیان فیصلہ کردے دیں تو تمہیں ان میں کا ایک گروہ پہلوتہی کرتا ہے۔

مفسرین اور فقہاء: ابوبکر الجصاص اس مذکورۃ الصدر کی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: (۲۹)

ھذا یدل علی ان من ادعی علی غیرہ حقاد ودعا) الی الحاکم فعلیة اجابته والمصیو معه الیه"

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شخص کے خلاف کسی حق کا دعوی کرے اور اسے قاضی کے پاس فیصلہ کرانے کے لئے بلوائے تو مدعی علیہ پر اس کے ساتھ عدالت میں جانا واجب ہے۔ کیونکہ ''جب ان کو اللہ کی طرف بلایا جاتا ہے'' اس سے مراد اللہ کے حکم کی طرف بلایا جانا ہے جو حکم قاضی نے نافذ کرنا ہے۔ نیز آیت کریمہ اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ اگر کوئی شخص قاضی کے پاس آ کر کسی شخص کے خلاف اپنے حق کا دعوئی کرے تو قاضی پر مدعی علیہ کو حاضر کرنا مدعی کی اعانت کرنا اور غاصب اور مدعی کے حق کی درمیان رکاوٹ بننا واجب ہو جاتا ہے۔ حضرت سمرہ بن جندبؓ سے روایت ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ ''جس شخص کو قاضی کی طرف بلایا گیا ہو اور وہ پیش نہ ہو تو وہ ظالم ہے اس کا کوئی حق نہیں''

لان قوله تعالیٰ واذا دعوا الی الله معناه الی حکم الله ویدل علی من اتی الحاکم فادعیٰ علی غیرہ حقا ان علی الحاکم ان یعدیه ویحضرہ ویحول بینه وبین تصرفه واشغاله وقدروی عن سمرہ قال قال رسول اللهﷺ من دعی الی سلطان فلم یجب فهو ظالم لاحق له۔ وعن ابی الاشهب عن الحسن قال قال رسول اللهﷺ من دعی الی حاکم من حکام المسلمین فلم یجب فهوظالم لاحق له فهذا الاجنارمو اطئه لما دلت علیه الایة۔

۲۔ "انما کان قول المؤمنین اذا دعوا الی الله ورسوله لیحکم بینهم ان یقولوا سمعنا واطعنا' واؤلئک هم المفلحون۔ (۳۰)

(آیت مذکورہ الصدر) تاکیرلما تقدم ذکرہ من وجب الاجابة الی الحکم اذا دعوا الیه وجعل ذلک من صفات المؤمنین ودل علی ان من دعی فعلیه الاجابة بان یقول سمعنا واطعنا ثم یصیر معه الی الحاکم۔ (۳۱)

اور جب مسلمانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلہ کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں ہم نے سنا اور اطاعت کی۔...... اس آیت میں ہمارے سابقہ بیان کے مطابق اس امر کی تاکید ہے کہ جب مسلمان کو عدالت میں طلب کیا جائے وہ فوراً حاضر ہوا اور اس حاضری کو اللہ نے مومنین کے اوصاف میں شمار فرمایا ہے اور یہ آیت اس پر بھی دلالت کرتی ہے کہ جسے بلایا جائے اس پر حاضر ہونا واجب ہو جاتا ہے' کیونکہ مومنین کا قول "سمعنا واطعنا" قرار

دیا گیا ہے چنانچہ اطاعت کے تقاضہ کے مطابق بلانے والے کے ہمراہ حاکم وقاضی کے پاس فوراً حاضر ہو جائے۔

اس لئے فقہائے کرام نے اجازت دی ہے کہ فریق مقدمہ کو بہر صورت عدالت میں جبراً حاضر کیا جائے اور اس کی ہٹ دھرمی کی مناسبت سے اس کے ساتھ سلوک کیا جائے اور شرعی تعزیر دی جائے۔

فقہائے امت

ابن ابی الدم الحموی: اذا استعری الحاکم رجل علی رجل وطلب منه اخصار الی مجلس الحکم لمخاصمته بعث الحاکم الیه رجلا من اجریائه او خاتمه او طینا فحتوما بخاتمه الی المطلوب لاخصاره ویجب علی المرعوا الاجابه الا ان یوکل او یقض الحق الی الطالب فان امتنع من ذلک کله بعث الحاکم الی صاحب الشرطة عرفه ذلک لیحضره الیه فاذ حضر عزره علی امتناعه بما یلق به ان لم یبرعذرا۔ (۳۲)

اگر کوئی شخص قاضی کے پاس کسی شخص کی زیادتی کا دعوی لے کر حاضر ہو اور اس مدعا علیہ کو عدالت میں طلب کرنے کا مطالبہ کرے تو قاضی اپنا اہل کار یا سمن مطلوبہ شخص کی طرف بھیجے اور اسے عدالت میں طلب کرے۔ مطلوبہ شخص کے لئے عدالت میں حاضری ضروری ہوگی ہاں اگر کسی شخص کو وہ وکیل بنا لے یا مدعی کو اس کا حق دے دے تو حاضری واجب نہ رہے گی۔ اگر ان تمام باتوں سے انکار کردے تو قاضی پولیس کے ذریعے اسے عدالت میں حاضر کرادے اور جب وہ پیش ہو تو اگر غیر حاضری کا کوئی قابل قبول عذر پیش نہ کر سکے تو اسے تعزیری سزا دے۔

علامہ سمنانیؒ: واذا امتنع الخصم عن الحضور مع خصمه قبل ان یدعوه القاضی الی الحکم لم یکن للحاکم تادیبه علی ذلک وان قلتا رنه یا ثم اما اذا ور دته طینه القاضی وخاتمه والمحضر فان القاضی یحضره بالوالی ویتقدم مما یراه من تادیبه اذا شهره عنه شاهدان بامتناعه عن الحضور ان شاء جلسه قلیلاً وان شاء کثیراً (۳۳)

اگر مدعی علیہ مدعی کے ساتھ قاضی کے طلب کرنے سے پہلے عدالت میں حاضر ہونے سے انکار کردے تو اس پر قاضی اس کے خلاف تادیبی کارروائی نہیں کر سکتا اگرچہ ہم کہتے ہیں کہ اس پر بھی وہ گنہ گار ہوگا' لیکن اگر اس کے پاس قاضی کی طرف سے سمن' مہر یا بیلف آجائے تو پھر (غیر حاضری کی صورت میں) قاضی اسے حکومت کے ذریعے حاضر کراوے اور اپنی صوابدید کے مطابق اسے تعزیری سزا دے اگر دو گواہ اس کے بارے میں یہ گواہی دے دیں کہ اس نے عدالت میں حاضری سے پس وپیش کی قاضی کو چاہیے تھوڑی یا زیادہ مدت کیلئے اسے گرفتار کردے۔ (جاری ہے)

یادرفتگان

مولانا حافظ محمد عرفان الحق اظہار حقانی
استاددارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالغنی قدس سرہ

یکے از رفقائے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی اک شمع رہ گئی تھی سووہ بھی خموش ہے

عالم کی موت عالَم کی موت: موت العالِم موت العالَم۔ایک عالم کی موت پورے عالَم کی موت اس لئے قرار دی گئی کہ عالم اسباب میں دین کی حفاظت وبقاء واشاعت کا ذریعہ وسبب عالم ہی ہوتا ہے۔علماء میں بعض کو اللہ تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت سے نوازا ہوتا ہے، جس طرح انبیاء ورسل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے کہ تلک الرسل فضلنا بعضهم على بعضهم ۔ اسی طرح وفوق کل ذی علم علیم کے تحت وارثین انبیائے کرام (علماء) میں بھی تفاوت پایا جاتا ہے۔ اسلام کے ہر دور میں علم وتحقیق کے آفتاب ومہتاب چمکتے رہے۔جن سے مشام عالم معطر ہیں اور رہے گا انہی میں سے ایک علم وعمل اور اخلاص وللّٰہیت کے پیکر بقیۃ السلف حضرت مولانا عبدالغنیؒ بھی تھے، جو پرسوں ۱۰رجمادی الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۶رمئی ۲۰۰۷ء بروز ہفتہ بعداز نماز مغرب بوقت آٹھ بجے اس دارفانی سے رحلت فرماگئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

پیدائش وخاندان : آپ کی پیدائش کی تاریخ قطعی طور پر متعین نہیں۔تاہم سن ۱۹۰۲ء مشہور ہے۔آپ کے والد مولانا سعدالدینؒ اور دادا مولانا سراج الدینؒ علاقے کے جید اور معتبر علماء تھے۔نسباً آپ قریشی النسل تھے۔

تعلیم اوردیوبند سے فراغت: آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقہ چھچھ میں حضرت مولانا عبدالحنانؒ آف تاجک اور مولانا صدرالدینؒ آف شینکہ اور دیگر مقامی علماء سے حاصل کی اور مزید تعلیم کیلئے دارالعلوم دیوبند کا رخ کیا۔اس سفر کے دوران حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور والد محترم مولانا اظہار الحق مدظلہ کے ماموں بقیۃ السلف حضرت مولانا عبدالحنان دامت برکاتہم ساکن جانگیرہ آپ کے ساتھ شریک تھے۔۱۹۲۹ء میں دیوبند پہنچے۔ اُس سال وہاں طلباء کی ہڑتال کی وجہ سے ان کو داخلہ نہ مل سکا۔اس لئے مظاہر العلوم سہارنپور کا رخ کیا۔اور ایک برس تک وہیں تعلیم حاصل کی۔اس کے بعد اگلے سال دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔اور یہاں چار سال تک اپنی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ۱۹۳۳ء کو فراغت پائی۔اس زمانہ میں جد مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ بھی وہیں زیر تعلیم

تھے۔ غالباً دونوں حضرات رحمہا اللہ کی سنِ فراغت ایک ہی تھیں۔ جبکہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب مدظلہ کی فراغت ان سے ایک سال بعد ۱۹۳۴ء میں ہوئی۔ تاہم بعض کتب میں یہ شریک درس بھی رہے۔ دارالعلوم دیوبند میں ان کی اقامت بقول مولانا عبدالحنان کے دار جدید کے کمرہ نمبر 3 میں رہی۔

صوفیانہ مسلک: آپ نے نہ صرف حضرت مدنیؒ سے شرف تلمذ حاصل کیا بلکہ ان سے بیعت بھی ہوئے۔

درس وتدریس: فراغت کے بعد دینی علوم کی ترویج واشاعت کیلئے اپنی زندگی وقف کی۔ فراغت سے متصل کلکتہ کے ایک دینی مدرسے میں آٹھ برس تک پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد لاہور کے جامعہ اشرفیہ اور جامعہ مدنیہ میں تدریس کرتے رہے اور تین دہائیوں سے زیادہ کراچی کے مدرسہ مظہر العلوم میں پڑھاتے رہے۔

عالی السند: حضرت مولانا عبدالغنیؒ کو اپنے والد صاحب کے واسطہ سے جو سند واجازہ حدیث ملی وہ اس وقت برصغیر میں سب سے عالی سند سمجھی جاتی ہے۔ عصر حاضر میں آپ دارالعلوم دیوبند کے سب سے قدیم اور معمر ترین فاضل تھے۔ ان کی عمر ۱۰۰ برس سے متجاوز تھی۔ دور دراز سے علماء اجازہ حدیث حاصل کرنے کیلئے چھچھ کے اس دور افتادہ گاؤں جلالیہ پہنچتے تھے۔ دن رات آپ کے گھر پر علماء اور مہمانوں کا ایک تانتا بندھا ہوتا۔

اولاد واحفاد: آپ کے عقد میں دو بیویاں آئیں اولاد میں مولانا ضیاء الاسلام فاضل حقانیہ حیات ہیں۔ جبکہ مولانا عبدالسلامؒ فاضل بنوری ٹاؤن اور مولانا عبدالباسط فیض یافتہ حقانیہ انتقال کر چکے ہیں۔ آپ کے ایک پوتے مولانا بدر عالم، اشاعت القرآن حضرو کے فاضل ہیں۔

خانوادۂ شیخ الحدیث قدس سرہ کے ساتھ تعلق: جدِ مکرم حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحقؒ کے ساتھ ان کا تعلق نہ صرف برادرانہ بلکہ عقیدت مندانہ حد تک تھا۔ ان کی وفات کے بعد عم محترم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ اور خانوادہ حضرت شیخ الحدیثؒ کے ساتھ گہرا مشفقانہ ربط وتعلق رہا۔ حضرت کے فرزند مولانا عبدالباسط مرحوم نے ابتدائی کتابیں دارالعلوم حقانیہ میں پڑھیں خاص طور پر ان کا حضرت مولانا سمیع الحق سے خصوصی تلمذ رہا۔ اس ضعف و نقاہت کے باوجود جس میں وہ گزشتہ دو دہائیوں سے مبتلا تھے۔ کبھی کوئی غمی اور خوشی کا ایسا موقع نہیں آیا کہ مولانا عبدالغنیؒ بہ نفس نفیس دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نہ پہنچے ہوں۔ اہلیہ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی وفات پر انتہائی کمزوری اور بیماری کے باوجود دارالعلوم فاتحہ خوانی کیلئے آئے اور کئی گھنٹوں تک مسجد میں جلوہ افروز رہے۔

احقر کا شرف تلمذ ومجلس: احقر کو آج سے تین برس قبل ان کے گھر واقع جلالیہ میں شرف تلمذ حاصل ہوا۔ جلالیہ کا وہ سفر آج بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ گرمیوں کا موسم تھا جب میں اپنے ایک رفیق سفر مولوی صاحب حسین کے ہمراہ غورغشتی پہنچا۔ یہاں سے جلالیہ تانگے چلا کرتے تھے۔ جب ہم تانگہ میں سوار ہوئے تو میں نے تانگہ والے سے کہا کہ ہمیں مولانا عبدالغنی صاحب کے گھر جانا ہے تو انہوں نے اپنی دیہی زبان میں کہا کہ "چٹے مولوی صاحب کے گھر جانا ہے؟" یاد رہے کہ مولانا کا سرخ وسفید چہرہ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسا کہ لعل بدخشاں چمک رہا ہو۔ اسی وجہ سے

گاؤں والے ان کو چٹے مولوی صاحب کے نام سے پکارتے تھے۔ ہم نماز ظہر کے قریب جلالیہ پہنچے تو وہاں پتہ چلا کہ معمولاً حضرت نماز باجماعت کیلئے مسجد تشریف لاتے ہیں۔ ہم ان کے گھر کے متصل مکی مسجد گئے۔ یہاں نماز ادا کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ آپ علالت کی وجہ سے تشریف نہ لا سکے۔ نماز سے فراغت پر ہم ان کے گھر کے دروازے پر پہنچے' دستک دی تو ان کے پوتے مولوی بدر عالم بن مولانا عبدالسلامؒ نکلے جو اس وقت موقوف علیہ میں پڑھتے تھے۔ میں نے ان سے اپنا تعارف کروایا۔ تو انہوں نے پردے کا انتظام کر کے ہمیں ان کے کمرے تک پہنچایا۔ حضرت اس وقت نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ بعد میں ہم نے ان سے مصافحہ کیا' حضرتؒ کے کمرے کی کیفیت انتہائی سیدھی سادی و بے تکلف تھی۔ دروازے کے سامنے والی دیوار کے ساتھ دو چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں اور نیچے ایک سادہ سی چٹائی' جس کے قریب مصلیٰ بچھا ہوا تھا۔ ہمیں اندازہ ہوا کہ دنیا کی زیب و زینت اور راحت و آرام کے سامان سے وہ کوسوں دور ہیں۔ میری آنکھوں کے سامنے جدی المکرم حضرت شیخ الحدیث قدس سرہ کے کمرہ کا نقشہ پھر رہا تھا۔ اس کا نقشہ بھی اسی طرح انتہائی سادہ اور بے تکلف تھا۔ اس پرُ فتن دور میں نفوس قدسیہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملیں گے جن کی تمام عمر علم دین کی خدمت میں گزری ہو۔ نہ راحت کی فکر نہ تنخواہ و مشاہرہ کا تصور' نہ دولت و عزت و جاہت کی آرزو' درحقیقت اسی قسم کے پاک طینت نفوس قدسیہ علوم نبوت کے امین اور مسند نبوت کے جانشین ہیں۔

ان لله عباداً فطنا طلقو الدنیا وخافوا الفتنا

نظروا فیها فلما علموا انها لیست لحی وطنا

جعلوها لجة وتخذوا صالح الاعمال فیها سفنا

حضرت نے اس ملاقات کے دوران ہمیں انتہائی شفقت و محبت سے نوازا۔ جس کا اثر آج تک اپنے دل میں لئے ہوئے ہیں۔ وہ اذا رؤ ذکر اللہ کے عملی مصداق تھے۔ اس ملاقات میں انہوں نے ہماری تواضع ٹھنڈے مشروبات سے فرمائی۔ دوپہر کے کھانے کا پوچھا تو میں نے عرض کیا کہ ہم کھانا کھا کر چلے ہیں۔ مشروبات کے بعد انہوں نے چائے بنانے کا کہا لیکن ہم نے بصد شکر معذرت کی جو انہوں نے قبول فرمائی۔ پھر احقر نے ان سے اجازۃ حدیث حاصل کرنے کی تمنا پیش کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں الماری میں بخاری شریف پڑی ہے اٹھا کر اس کے اول و آخری حدیث میرے سامنے پڑھو' میں نے کہا کہ حضرت بخاری شریف میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔ میں نے ان کے سامنے اول و آخر حدیث پڑھی۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ میری طرف سے تمہیں حدیث کی اجازت ہے۔ میرے دوسرے ساتھی نے بھی اجازت حدیث کی خواہش کی تو اسے بھی اجازہ مرحمت فرمائی۔ اجازت کیساتھ انہوں نے ہمیں اخلاص و تقویٰ کا دامن پکڑے رہنے کی تلقین بھی فرمائی۔ چونکہ ہماری وجہ سے گھر میں پردہ کروایا گیا تھا اس لئے ہم نے زیادہ ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا' ور واپسی کی اجازت دعا کے ساتھ چاہی۔ حضرتؒ نے ہمارے لئے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے دین کا کام لے۔ رخصتی پر انہوں نے حضرت مولانا عبدالحنان صاحب کے بارے میں ان الفاظ میں پوچھا کہ

میرا بھائی مولانا عبدالحنان صاحب کس حال میں ہے۔ میں نے ان سے عرض کیا کہ الحمدللہ بخیر وعافیت وصحت یاب ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میرا اسلام ان تک پہنچا دینا۔ اور اس طرح یہ مجلس اختتام پذیر ہوئی۔ اس مجلس میں ہمیں جو سکون واطمینان محسوس ہوا اس کا بیان الفاظ سے ممکن نہیں۔ ہمیں رخصت کرنے حضرت کے پوتے مولوی بدر عالم گاؤں سے باہر تک آئے تو میں نے انہیں مولانا عبدالغنیؒ کی سوانح لکھنے کی تشویق وترغیب دلائی کہ اس کا خصوصی انتظام کریں۔ جلالیہ سے ہم پیدل واپس غور غشتی پہنچے۔ غور غشتی تک کافی فاصلہ تھا تاہم حضرتؒ کی مجلس کی لذت کا تذکرہ کرتے کرتے یہ فاصلہ باسانی طے ہوا۔ اسی سفر میں شاہ ولی اللہ سرحد حضرت مولانا نصیر الدین غور غشتویؒ کے قبر کی زیارت کا بھی موقع ملا۔ وہاں قبر کے سرہانے تقریباً آدھ گھنٹہ جو اطمینان وسکون پایا وہ دنیا کے ہزار راحت وسکون کے سامانوں کے اندر نہیں

وفات کی خبر: مولانا عبدالغنیؒ کی وفات کی دلخراش خبر حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ کی زبان سے ان کے مکان پر سنی' بعد از نماز عشاء انہوں نے فرمایا کہ آج ایک بہت بڑے عالم دین حضرت مولانا عبدالغنی وفات پا گئے ہیں۔ ان کی نماز جنازہ کل صبح ساڑھے دس بجے جلالیہ اٹک میں ادا کی جائے گی۔ پھر فرمایا کہ پریشانی یہ ہے کہ کل دارالعلوم حقانیہ میں تقریب یوم والدین وسرپرستان کا انعقاد کیا گیا ہے جس میں سینکڑوں افراد میری دعوت پر آئیں گے اور اس کا وقت بھی اتفاقاً دس بجے رکھا گیا ہے۔ میں نے مولانا صاحب سے عرض کیا کہ میں بھی حضرت کا شاگرد ہوں' اس لئے کل جنازہ میں شرکت کے لئے لازماً جاؤں گا۔ مولانا صاحب نے فرمایا کہ کل صبح ہی کچھ فیصلہ کریں گے۔ صبح میں حاضر ہوا تو انہوں نے کہا کہ جنازے میں میری شرکت بھی ضروری ہے اس لئے دارالعلوم کی تقریب دس بجے کی بجائے گیارہ بجے شروع کر دی جائیگی اور میں جنازہ میں شرکت کے بعد تقریب میں جلدی واپس پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ کچھ ہی دیر بعد مولانا صاحب کے حجرہ پر مولانا شیر علی شاہ مدظلہ بھی پہنچ گئے وہ بھی جنازہ میں شرکت کیلئے تیار تھے۔ اسی دوران مولوی صاحب حسین اتفاقاً اساتذہ کی ملاقات کے لئے پہنچے' میں نے انہیں حضرت کے وفات کی خبر سنائی تو وہ بھی ہمارے ساتھ جنازے میں شرکت کے لئے روانہ ہوئے۔

جنازہ میں شرکت: نو بجے ہم جنازہ کیلئے اکوڑہ خٹک سے روانہ ہوئے۔ سوا دس بجے ہم جلالیہ کے نواح میں پہنچے تو دور دراز سے لوگ امڈ امڈ کر حضرت کے آخری دیدار اور جنازہ میں شرکت کیلئے پہنچ رہے تھے۔ جلالیہ کی گلیوں اور کوچوں میں ہر طرف علماء وصلحا اور دیندار باشرع لوگوں کا سیلِ رواں نظر آ رہا تھا۔ یہی ان کی عنداللہ مقبولیت کی نشانی بھی ہے۔ احقر سیدھا حضرت کے کوچے میں پہنچا جہاں انکے پوتے مولانا بدر عالم سے ملاقات ہوئی' انہوں نے معانقہ کیا تو میں نے پوچھا کہ پہچانا؟ انکا جواب تھا کہ ہاں جی! آپ جب میرے موقوف علیہ کے سال حضرت سے ملنے کیلئے آئے تھے

حضرتؒ کے آخری لمحات: میں نے ان سے حضرت کے آخری لمحات وبیماری کے بارے میں پوچھا تو ان کا بیان تھا کہ حضرت کو کئی دنوں سے اسہال کی شکایت تھی۔ ہفتہ کے دن دوپہر کو ان کی حالت زیادہ خراب ہوئی تو ڈاکٹر کو بلایا گیا۔ ڈاکٹر نے معائنے کے بعد دوا ئیاں تجویز کیں تو حضرت نے اس ڈاکٹر سے کہا کہ شفا دینے والا تو اللہ ہے تاہم

میں تمہیں نماز کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں۔ کبھی نماز نہ چھوڑنا (حضرت ہمیشہ لوگوں کو نماز کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے) عصر کے وقت انہوں نے طلباء مدرسہ اشاعت القرآن حضرو کیلئے ایک ہزار روپیہ اور مدرسہ مولانا عبدالمتین واقع نرتوپہ کے طلباء کیلئے ایک ہزار روپیہ بھیجنے اور پانچ سو روپیہ محلہ کی مسجد (کلی) کے قاری صاحب کو بھیجنے کا حکم دیا۔ مولانا بدر عالم نے کہا کہ میں نے مزاحاً جی (اہل محلہ اور گھر کے چھوٹے بڑے آپ کو وڈے جی کے نام سے پکارتے تھے) سے کہا کہ مجھے بھی کچھ دیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ میں سارا ہی تمہارا ہوں تمہیں کسی چیز کی کیا ضرورت ہے۔

عالم نزع: نزع کے وقت کے بارے میں انہوں نے کہا کہ ہم نے ایسا محسوس کیا کہ انہوں نے ہاتھوں کے اشارہ سے نماز مغرب کیلئے نیت باندھی۔ اسکے بعد ہم کچھ نہ سمجھے کہ ان کی روح کس طرح پرواز کر گئی؟ نماز کے بارے میں حدیث شریف میں آتا ہے کہ الصلوٰۃ معراج المومنین۔ گویا حضرت نے نیت باندھ کر دنیا سے تعلق و ناطہ توڑ کر خالق حقیقی سے ناطہ جوڑ لیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہیں ہماری ملاقات حضرتؒ کے فرزند مولانا ضیاء الاسلام حقانی سے بھی ہوئی۔ ان کا بیان تھا کہ حضرت موت سے قبل آخری دور میں یہ دعائیں کثرت سے پڑھتے تھے۔

اللھم تب علینا قبل الموت وسھل علینا شدۃ الموت وارحمنا عند الموت' ولا تعذبنا بعد الموت۔ یاخالق الحیاۃ والموت توفنا مسلمین والحقنا بالصالحین۔ لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔انہ ھو الغفور الرحیم۔

اور اپنی زبان میں یہ دعا بھی مانگتے تھے "اے اللہ میری مدد فرما۔" اللہ نے ان کی مدد فرمائی اور ایسی آسان موت دی کہ ہم بھی نہ سمجھ سکے۔ رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ ...... پھر میں نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ لوگوں نے حضرت کے جنازے کے بارے میں مشورہ کیا ہے کون جنازہ پڑھائیں گے؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمارا تو خیال ہے کہ مولانا عبدالحنان دامت برکاتہم جوان کے رفیق درس بھی رہے اور اس وقت ان سے معمر اور قدیم فاضل دیوبند کوئی بھی نہیں' وہ پڑھائیں۔ بہر حال مولانا عبدالحنان دامت برکاتہم کے بارے میں فیصلہ ہوا۔ اس کے بعد ساڑھے دس بجے حضرت کا جنازہ گھر سے اٹھا کر باہر لایا گیا۔ سینکڑوں افراد جنازہ کو کندھا دینے کیلئے بیتاب ایک دوسرے سے آگے بڑھ رہے تھے۔ احقر کو بھی یہ سعادت ملی۔ جنازہ گاؤں سے باہر ایک کھلے میدان میں ادا کیا گیا' وہ وسیع وعریض میدان بھی تنگ دامنی کا شکار نظر آرہا تھا۔ جنازہ سے قبل احقر نے اعلان کیا کہ حضرت کے وارثوں اور علماء کے باہمی مشورے سے طے ہوا کہ جنازہ ان کے رفیق خاص مولانا عبدالحنان صاحب دامت برکاتہم پڑھائیں گے۔ جنازہ گاہ میں لوگ دیوانہ وار حضرت کے آخری دیدار کے لئے بیتابی سے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ جنازہ میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جلالیہ کی تاریخ میں اس سے بڑا جنازہ شاید ہی کسی کا ہوا ہو۔ ایک قابل ذکر بات یہ بھی حضرت کی مسجد کے مؤذن جس کا ان سے قلبی اور گہرا تعلق رہا وہ بھی ان کی وفات سے ایک گھنٹہ بعد رحلت کر گئے۔ ان کا جنازہ بھی ان کے ساتھ اکٹھا ادا کیا گیا۔ ع خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

جناب عرفان صدیقی
معروف کالم نگار ودانشور

معافی ......تلافی مانگتی ہے !

قائد جمعیت حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا متحدہ مجلس عمل کا تاسیسی اور بنیادی بانی ہونا دنیا پر عیاں ہے' اسکے باوجود مجلس عمل کی پالیسیوں اور رسوائے زمانہ ایل ایف او پرحکومت سے سمجھوتہ کرنے کے بعد مولانا مدظلہ اوران کی جماعت جمعیت علماء اسلام کو ایم ایم اے کیساتھ چلنا ممکن نہیں رہا تھا۔ جناب عرفان صدیقی کی اس تحریر کا لفظ لفظ مولانا مدظلہ کے اُس وقت کی ایل ایف او کی مخالفت اور مؤقف پر مہر تصدیق ثبت کر رہا ہے۔ (ادارہ)

اچھا ہوا کہ قاضی صاحب نے نہ صرف اعتراف کرلیا کہ سترھویں ترمیم غلطی تھی بلکہ اس پر قوم سے معافی بھی مانگ لی۔ لیکن ''تلافی''......؟ یہ ایک الجھا ہوا معاملہ ہے اور ایم ایم اے کی تفصیلی وضاحت کا تقاضا کرتا ہے۔ سترہویں ترمیم کوئی معمولی سانحہ نہیں۔ یہ دستور کو مسخ کرنے' اس کی روح پر کاری ضرب لگانے' اس کے پارلیمانی ڈھانچے کو صدارتی قالب میں ڈھالنے' وزیراعظم کے بجائے صدر کو تمام تر اختیارات کا مرکز بنانے' سلطانی جمہور کی ناک میں اسٹیبلشمنٹ کے مکروہ عزائم کی نکیل ڈالنے اور سول سوسائٹی کی طویل جدوجہد پر پانی پھیر دینے کی ایسی واردات تھی جس نے قوم کے حساس اور باشعور طبقوں کو زبردست ذہنی وقلبی اذیت پہنچائی' تب جو شخص بھی اس ترمیم کے خلاف لب کشائی کرتا اسے نشانے پر دھر لیا جاتا تھا اور دینی جماعتوں کا دشمن قرار دے کر مطعون کیا جاتا تھا' میں خود اس تجربے سے گزرا ہوں اور یہ بات ریکارڈ پر لاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں کہ تب جمعیت العلمائے اسلام کے بجائے سارے تیر جماعت اسلامی کی کمین گاہوں کی طرف سے آرہے تھے اور کوئی اخلاص پر مبنی اختلاف رائے سننے کو بھی آمادہ نہ تھا۔ یہ ایک الگ کہانی ہے جو کسی وقت کہی جائے گی۔

سب سے المناک پہلو یہ ہے کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے اس ایل ایف او کو آئین کا جائز اور برحق حصہ مان لیا گیا جس کے خلاف شعلہ باز تقریریں کرکے ایم ایم اے نے انتخابات جیتے تھے اور جس کے بارے میں خود قاضی صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ایل ایف او آئین کا حصہ بنا تو میں اسمبلی سے مستعفی ہوجاؤں گا۔ پھر ستم یہ ہوا کہ

پہلے ایل ایف او کو آئین میں کی جانے والی ایک جائز ترمیم تسلیم کرلیا گیا پھر اس ترامیم شدہ آئین میں مزید ترامیم کے لئے سترہویں ترمیم لائی گئی۔ اب ہم یہ کیسے بھول جائیں کہ اس فتنہ ساماں ترمیم کے ذریعے آئین کے ۲۹ اساسی آرٹیکلز کی کم وبیش ۱۳۰ شقوں میں ترامیم کردی گئیں۔ ہم کیسے فراموش کردیں اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کے ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے انقلاب کو درست قرار دیا گیا۔ ہم کیسے بھلادیں کہ سترہویں ترمیم کے ذریعے آرٹیکل 270AA کا اضافہ کر کے جنرل پرویز مشرف کے تمام احکامات تمام فرامین، تمام حکم ناموں، بشمول ۱۴ اکتوبر ۱۹۹۹ء کے اعلان ایمرجنسی، پی سی او کے تحت ججوں کے حلف میں تبدیلی، ریفرنڈم، آغا خان بورڈ کے قیام، جداگانہ انتخابات کے خاتمے، ایل ایف او کے اجراء اور چار برسوں پر محیط صدر مشرف کے تمام اقدامات کو الف سے ے تک درست قرار دیا گیا ۔ترمیم کے الفاظ یہ ہیں:

''ان تمام اقدامات کے بارے میں تصور کیا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے 'مجاز اتھارٹی کی طرف سے بنائے گئے ہیں چاہے آئین کا تقاضا کچھ بھی ہو اور انہیں کسی بھی بنیاد پر کسی بھی عدالت کے سامنے زیر بحث نہیں لایا جائے گا۔'' ہم کیسے نظر انداز کردیں کہ اس ترمیم کے ذریعے صدر کو منتخب اسمبلیاں توڑنے اور وزیر اعظم کو گھر بھیج دینے کا آمرانہ اختیار پھر سے بحال کردیا گیا جو تیرہویں ترمیم کے ذریعے پارلیمنٹ کے دونوں ایوانوں نے سو فیصد اتفاق رائے کے ساتھ آئین سے نکال پھینکا تھا؟ ہم کیسے صرف نظر کرلیں کہ اس ترمیم کے ذریعے اعلیٰ فوجی مناصب پر تقرری کے صوابدیدی اختیار ایک بار پھر صدر کی جھولی میں ڈال دیئے گئے جو دنیا بھر کے پارلیمانی نظاموں میں صرف وزیر اعظم کو حاصل ہیں؟

سترہویں ترمیم کا گہرا زخم قاضی صاحب کے ایک حرف اعتذار سے نہیں بھر سکتا۔ پاکستان میں دستور کی رسوائی اور جمہوری عمل کی تاخت وتاراج کا نوحہ لکھنے والا مورخ جب اہل سیاست کی بے ہنری اور مفاد کیشی کا باب رقم کرے گا تو سترہویں ترمیم کے خاکے میں رنگ بھرنے والوں کا ذکر سب سے پہلے ہوگا۔ یہ ہماری قومی تاریخ کی واحد جمہوریت کش ترمیم ہے جس میں قرآن وسنت کی فرمانروائی کا پرچم اٹھانے والے وارثان منبر ومحراب نے 'اسٹیبلشمنٹ کے ہاتھوں میں کھیلتے ہوئے اپنی پارلیمانی قوت کا سارا وزن آمریت کے پلڑے میں ڈال دیا۔ عام انتخابات میں دینی تشخص رکھنے والی جماعتیں کبھی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کرسکیں۔ ۲۰۰۲ء کی انتخابی فضا مختلف تھی۔ دونوں بڑی جماعتیں زیر عتاب تھیں۔ افغانستان پر امریکی حملے نے طالبان کے نام لیواؤں کے لئے ہمدردی کی ایک لہر اٹھادی تھی۔ نواز شریف اور بینظیر کو سیاست سے بے دخل رکھنے والے کوزہ گر اپنے مفادات کے لئے دینی جماعتوں کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ ایم ایم اے نے بیک وقت امریکہ اور مشرف کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے اس فضا سے فائدہ اٹھایا اور اس کے ارکان کی ریکارڈ تعداد پارلیمنٹ میں پہنچ گئی۔ مستقبل کا حال اللہ ہی جانتا ہے لیکن تاریخ میں پہلی بار اتنی

اکثریت حاصل کرنے اور اس اکثریت کو دستور کا چہرہ مسخ کرکے فوجی آمر کے تمام تر اقدامات کو خلعت جواز پہنانے کے لئے استعمال کرنے کا داغ محض ایک حرف اعتذار سے دھل نہیں سکتا۔

مجھے صبح سے فون آرہے ہیں کہ کیا واقعی سترہویں ترمیم کے ذریعے صدر پرویز مشرف کے تمام اقدامات کی توثیق کردی گئی تھی؟ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔ اس فتنہ ساماں ترمیم نے تو آٹھویں ترمیم کو بھی مات کردیا۔ اس ترمیم کے ذریعے جنرل تنویر نقوی کے بے سروپا ضلعی نظام کو آئینی تحفظ دے دیا گیا۔ اس ترمیم کے آرٹیکل (7)41 کے ذریعے تسلیم کیا گیا۔ صدر مشرف کو جمہوری طور پر عوام کی طرف سے پانچ برس صدر رہنے کا مینڈیٹ حاصل ہوگیا ہے۔ اس ترمیم کے ذریعے قومی اسمبلی میں خواتین کو 60 خصوصی نشستیں عطا کردی گئیں' اس ترمیم کے ذریعے نیشنل سیکورٹی کونسل کے قیام کے لئے قانون سازی کا حق دے دیا گیا' اس ترمیم کے ذریعے جنرل پرویز مشرف کو مزید ایک سال تک وردی سمیت' اسلامی جمہوری پاکستان کے منصب صدارت پر فائز رہنے کی اجازت دے دی گئی۔ اس ترمیم کے ذریعے صدارتی انتخاب کے بجائے اعتماد کے ووٹ کا ایک نیا تصور تراشا گیا جسے باضابطہ طور پر آئینی انتخاب کا درجہ دے دیا گیا۔ اس ترمیم کے ذریعے ان انتخابی ضابطوں کو منظور کرلیا گیا کہ دوبارہ وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز رہنے والا شخص' تیسری بار وزیراعظم نہیں ہوسکتا۔

ذرا ترمیم کے آرٹیکل (AA-1)270 کے الفاظ پر غور کیجئے:

"..... And all other laws made between the twelfth day of October, one thousand nine hundred and ninety and the date on which this article comes into force (both days inclusive) having been duly made or accordingly affirmed adopted and declared to have been validly made by the competent authority and not with standing anything contained in the constitution shall be called in question in any court or forum on any ground what so ever."

(اور تمام وہ قوانین جو ۱۲ را کتوبر ۱۹۹۹ء سے لے کر اس دن تک جب آئین کا یہ آرٹیکل روبہ عمل آئے گا۔ (دونوں ایام شامل ہیں) کے بارے میں یہ سمجھا جائے گا کہ وہ جائز طریقے سے بنائے گئے' درست طور پر ان کی توثیق ہوئی اور مجاز اتھارٹی نے انہیں صحیح طریقے سے بنایا اور آئین میں درج کسی بھی دوسرے ضابطے سے قطع نظر'' انہیں کسی بھی عدالت یا دوسرے فورم کے سامنے چیلنج نہیں کیا جاسکے گا۔)

یہ سوال بے محل ہے کہ اس کے جواب میں ایم ایم اے نے کیا پایا۔ اگر کوئی کہے گا کہ صاحبان جبہ و دستار نے یہ کام محض اللہ کی خوشنودی اور خلق خدا کے لئے کیا تو میں مفادات کی جامع فہرست پیش کردوں گا۔ یہ دلیل بھی بودی ہے

کہ ہم پرویز مشرف کی وردی اتروا کر فوج کو واپسی کا راستہ دے رہے تھے۔ فوج اس طرح کے راستوں کی متلاشی نہیں ہوتی اور نہ ہی اسے دوسروں کے تراشے ہوئے راستے پسند آتے ہیں۔ خدائی خدمت گاروں نے ایوب خان، یحییٰ خان، ضیاء الحق، سبھی کو واپسی کے محفوظ راستے دیئے لیکن سب نے اپنی تقدیر خود رقم کی۔ آمروں کو راستے بتانے والوں کی نہیں، اپنی راہوں سے کانٹے چننے والوں کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ کام ایم ایم اے نے اس مذہبی خشوع و خضوع کے ساتھ کیا کہ ایک عالم انگشت بدنداں رہ گیا۔ مسلم لیگ (ق) تو بنی ہی اس کام کے لئے تھی۔ لیکن ایم ایم اے بلند بانگ دعوؤں کے ساتھ جنرل مشرف کے عزائم کو ناکام بنانے کا نعرہ لگاتے ہوئے پارلیمنٹ میں گئی تھی۔ اسے صدر مشرف کے کسی ایک بھی اقدام کو خلعت جواز پہناتے ہوئے ہزار بار سوچنا چاہیے تھا۔ اگر دین کے نام پر سیاست کرنے والے بھی اقتدار کی حریص عمومی سیاسی جماعتوں کی طرح موقع پرستی، پینترا بازی اور حیلہ سازی کا چلن اپنا لیں تو کہاں کے اصول، کون سا نظریہ اور کس طرح کا نصب العین؟

سترہویں ترمیم اس وقت ہوئی جب امریکہ افغانستان پر یلغار کر چکا تھا بلکہ عراق کا قتل عام بھی شروع تھا۔ ایم ایم اے دونوں جنگوں کے خلاف ملین مارچ کر رہی تھی اور اسے اس جنگ کے سب سے بڑے حلیف اور امریکہ کے سب سے اہم اتحادی صدر پرویز مشرف کے ساتھ ڈیل کرتے اس کے تمام اقدامات کی توثیق کرتے، اسے وردی سمیت جائز طور پر منتخب صدر تسلیم کرتے اور مزید پانچ برس کی حکمرانی کا راستہ دکھاتے ہوئے کوئی حجاب نہیں آیا۔ مذاکرات کے دوران بھی کسی مرحلے میں یہ مطالبہ نہ اٹھا کہ ہم ایل او ایف کو اس شرط پر تسلیم کریں گے کہ صدر مشرف اپنی پالیسیوں میں توازن لائیں۔

سترہویں ترمیم کی منظوری اور صدر مشرف کی طرف سے وردی اتارنے سے انکار کے بعد بھی ایم ایم اے نے کوئی طوفان نہیں اٹھایا۔ نواب اکبر بگٹی کے قتل پر اپوزیشن یکسو ہوئی اور استعفوں کا معاملہ سنجیدگی سے اٹھا تو مولانا فضل الرحمان نے دلیل دی کہ ہم کسی سردار کے لئے کیوں استعفیٰ دیں، البتہ حدود آرڈیننس میں تبدیلی ہوئی تو ہم مستعفی ہو جائیں گے، پھر نام نہاد تحفظِ حقوق نسواں بل بھی آ گیا اور استعفے ایشیائی حسیناؤں کی کہہ مکرنی بن گئے۔

سترہویں ترمیم دستور کے چہرے پر تیزاب پھینکنے کے مترادف ہے، اب کوئی پلاسٹک سرجری اسے اپنی حالت پر واپس نہیں لا سکتی، ستم یہ ہے کہ ایم ایم اے آج بھی بلوچستان میں مسلم لیگ (ق) کے ساتھ شریک اقتدار ہے اور اس کے تمام ارکان وزارتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ پھر معافی کیا اور تلافی کیا؟ جانے اب لیل و نہار کی کتنی گردشوں کے بعد وہ پارلیمنٹ وجود میں آئے گی جو اس ناسور کو جسدِ دستور سے باہر نکال پھینکے گی۔ 'معافی' کے پانچ حرفی مرکب سے اس سرطان کی مسیحائی ممکن ہوتی تو کیا چاہیے تھا۔

محترمہ ص-س سید صاحبہ *

امت مسلمہ کی زبوں حالی اور مسلم خواتین کی ذمہ داری

آج ہم دنیا کا نقشہ دیکھیں اس پر نشان لگاتے جائیں۔ مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں وہ مظلوم ہیں اور ظالم غیر مسلم۔ یہ کہا جا سکتا ہے

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر ۔۔۔ برق گرتی ہے تو بیچارے مسلمانوں پر

اس کی وجہ علامہ اقبال نے یہ پیش کی ہے

خوار از مہجوریٔ قرآن شدی	تو قرآن سے دور ہونے کی وجہ سے ذلیل ہو گیا ہے۔
شکوہ سنج گردش دوراں شدی	اور گردش زمانہ کا گلہ کرنے لگ گیا ہے
ہمچو شبنم برزمین آفگندۂ	تو جو شبنم کی طرح زمین پر گرا پڑا ہے
در بغل داری کتاب زندۂ	تو بغل میں ایک زندہ کتاب رکھتا ہے

ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لئے اپنے دکھوں کے مداوا کے لئے قرآن وسنت اور حکماء امت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۶۶ میں اللہ تعالیٰ اپنی سنت یہ بتاتا ہے: ''اگر اہل کتاب توراۃ انجیل اور جو کچھ ان کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا اسے قائم کرتے (پڑھتے اور اس پر عمل کرتے) تو وہ ضرور اپنے اوپر سے بھی کھاتے ،ور قدموں کے نیچے سے بھی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قوم کی خوشحالی میں بنیادی کردار اللہ کی کتاب پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا ہے۔

ہم مسلمان جو اپنے پاس ایک زندہ کتاب رکھتے ہیں اس کا کیا مقام ہے؟ سورۃ یونس آیت نمبر ۵۷ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ''اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک خاص پیغام نصیحت آ گیا ہے۔ اس میں ان تمام بیماریوں کے لئے شفا اور عافیت کا سامان موجود ہے جو سینوں میں ہوں اور اس میں ہدایت اور رحمت ہے۔''

* سید کمیشن شاپ نمبر 14 نئی سبزی منڈی۔ کالج روڈ قصور

سورہ بنی اسرائیل آیت نمبر۸۲ میں ارشاد ہے: اور ہم قرآن مجید سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔''

حضرت محمدﷺ کا آخری خطبہ جو اسلامی چارٹر کی حیثیت رکھتا ہے اس میں آپؐ نے تقریباً سوا لاکھ کے مجمع کے سامنے فرمایا ''میں تم میں کتاب اللہ اور اپنی سنت چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ جب تک اسے مضبوطی سے تھامے رہو گے گمراہ نہ ہو گے۔'' حضرت علیؓ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔ خبردار رہو! عنقریب ایک فتنہ برپا ہونے والا ہے۔ مَیں نے عرض کیا یا رسول اللہﷺ اس فتنہ سے بچنے کیلئے راہ نجات کیا ہوگی؟ حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ''اللہ کی کتاب'' اس میں اس بات کی بھی خبر ہے کہ تمہارے بعد آنے والوں پر کیا گزرے گی اور اس چیز کا بھی ذکر ہے کہ تمہارے معاملات کے درمیان فیصلہ کرنے کی صورت کیا ہوگی۔ یہ قرآن ایک سنجیدہ اور فیصلہ کن کلام ہے جو کوئی ظالم جابر اس قرآن کو چھوڑے گا' اللہ تعالیٰ اسے کچل کر رکھ دے گا۔ اور جو شخص اسے چھوڑ کر کسی اور جگہ سے ہدایت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ اللہ اسے گمراہ کر دے گا۔ یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی ہے۔ حکیمانہ نصیحت ہے اور یہی سیدھا راستہ ہے اس کے عجائبات کبھی ختم نہ ہوں گے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے لوگوں کو قرآنی عظمت سے آگاہ کرنے کے لئے منبر پر کھڑے ہو کر نبی کریمﷺ کا فرمان بیان کیا ''بلاشبہ پروردگار عالم اس کتاب کے ذریعے بہت سی قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور بہت سے لوگوں کو (جو نہ اسے پڑھیں گے نہ اس پر عمل کریں گے) ذلیل و خوار کرے گا''

انیسویں صدی کی دو عظیم شخصیتیں شیخ الہند مولانا محمود الحسن اَسیر مالٹا (کالا پانی) اور علامہ اقبال اس بات پر متفق تھیں کہ امت کے سارے دکھوں کا ایک ہی علاج ہے کہ اسے قرآن مجید کی طرف لوٹایا جائے۔

مولانا شیخ الہند نے مالٹا سے واپس آ کر علماء وقت کے ایک بڑے مجمع میں فرمایا ''میں نے جیل کی تنہائیوں میں اس بات پر بہت زیادہ غور و خوض کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیاوی حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس کا سب سے بڑا سبب قرآن کو چھوڑ دینا ہے۔ اسلئے میں وہیں سے عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صَرف کردوں کہ قرآن حکیم کو لفظاً اور معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے ناظرہ قرآن پڑھانے کے مکاتب بستی بستی قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درس قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے۔

انیسویں صدی کے دوسرے عظیم دانشور علامہ اقبال بھی مثنوی اسرار خودی میں اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ؎

ملتے از رفت چوں آئین زدست ...... جب امت مسلمہ کے ہاتھ سے آئین جاتا رہا
مثل خاک اجزاء او باہم شکست ...... اس کے اجزاء خاک کے ذروں کی طرح بکھر گئے
ہستی مسلم ز آئین است و بس ...... مسلمان کی ہستی صرف آئین کی وجہ سے ہے
باطن دین نبیؐ ایں است وبس ...... نبیؐ کے دین کا صرف یہی ایک راز ہے
تُو ہمی دانی کہ آئین توچیست ...... کیا تُو جانتا ہے کہ تیرا آئین کیا ہے؟
زیرگردوں سرّ تمکین تُو چیست ...... آسمان تلے تیرے قائم رہنے کا راز کیا ہے ؟
آں کتاب زندہ قرآن حکیم ...... یہ راز قرآن حکیم ہے جو ایک زندہ کتاب ہے
حکمت اولایزال است وقدیم ...... جس کی حکمت ازل سے ہے ابد تک رہے گی
نسخہ اسرار تکوین حیات ...... زندگی قائم رکھنے کے راز کا نسخہ
بے ثبات از قوتش گیرد ثبات ...... جس کی قوت سے گرنے والا ثابت قدم ہوجاتا ہے
نوع انسان را پیام آخریں ...... بنی نوع انسان کے لئے آخری پیغام
حامل او رحمۃ للعالمین ...... جس کے لانے والے تمام جہانوں کیلئے رحمت ہیں
اَرج میگرد از و نا ارجمند ...... بدنصیب کے نصیب اس سے چمک اٹھتے ہیں
بندہ را از سجدہ میسازد بلند ...... غلام کو غلامی سے اٹھا کر آقا بنا دیتا ہے
رہزناں از حفظ او رہبر شدند ...... رہزن اسے حفظ کرکے رہبر بن گئے
از کتابے صاحب دفتر شدند ...... ایک کتاب سے اَن گنت کتابوں کے مالک بن گئے
دشت پیمایاں زتاب یک چراغ ...... خانہ بدوشوں نے اس ایک چراغ کی روشنی سے
صد تجلی از علوم اندر دماغ ...... اپنے ذہنوں میں سینکڑوں علوم کی روشنی پائی
بنگر آں سرمایہ آمال ما ...... اس ہماری آرزوؤں کے خزانہ کودیکھو
گنجد اندر سینہ اطفال ما ...... یہ ہمارے معصوم بچوں کے سینے میں سما جاتا ہے
خواند ز آیات مبین اُو سبق ...... جس کسی نے اس کی آیات مبین کا سبق پڑھا
بندہ آمد خواجہ رفت از پیش حق ...... وہ غلام آیا اور آقا بن کر حق کے پاس گیا
از جہانبانی نوازد ساز اُو ...... اس کا ساز جہانبانی عطا فرماتا ہے
مسندِ جم گشت پا انداز اُو ...... جمشید کا تخت اس کی ٹھوکر پر ہوتا ہے
اے گرفتار رسوم ایمان تو ...... اے کہ تیرا ایمان رسوم کا قیدی بن گیا ہے

شیوہ ہائے کافری زندان تو …… تو کفار کے طور طریقوں میں پھنس گیا ہے
گرتو میخواہی مسلمان زیستن …… اگر تومسلمان بن کر جینا چاہتا ہے
نیست ممکن جز بقرآں زیستن …… تو قرآن کے بغیر زندہ رہنا ناممکن ہے

اس وقت دیکھا جائے تو ساری دنیا کے مسلمان غیر مسلموں کے لئے نرم چارہ ثابت ہورہے ہیں۔ دشمن ایک چراگاہ سے دوسری چراگاہ کی طرف لپک رہے ہیں۔ ہمارے انفرادی اور اجتماعی دکھوں کا یہی ایک حل ہے جو ہمیں اللہ تعالیٰ اس کے رسول ﷺ اور حکماء امت نے تجویز کیا ہے۔

آیئے ہم دیکھیں کہ اس سلسلہ میں مسلمات کی کیا ذمہ داریاں ہیں؟ قرآن پاک کا پارہ ۲۲ کھول کر آیت نمبر۲ سے شروع کیجئے: اللہ کریم مسلمات کے لئے مینارہ نور یعنی اہل بیعت سے مخاطب ہے:

''اے نبی کی عورتو! تم دنیا کی عام عورتوں کی طرح نہیں ہو' اگر تمہیں خوف ہو تو دب کر بات نہ کیا کرو۔ ایسا نہ ہو جس شخص کے دل میں روگ ہو وہ لالچ کرے اور معقول بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور دور جاہلیت کی طرح آزادانہ نہ گھوما پھرا کرو۔''

اب ہم احادیث نبوی کو دیکھتے ہیں۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ عورتیں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ساری فضیلتیں مرد لے گئے۔ جہاد میں شرکت کا شرف بھی انہیں ہی نصیب ہوتا ہے' کیا کوئی ایسا عمل ہے جو ہم کریں تو ہمیں بھی مجاہدین کا درجہ وثواب ملے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو عورت گھر بیٹھے گی اسے مجاہدین کا درجہ وثواب ملے گا۔ امام ترمذی اور بزاز نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا عورت کا باپردہ اور مستور رہنا ہی بہتر ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔ جب تک وہ اپنے گھر کی چاردیواری کے اندر رہتی ہے رحمت الٰہی سے قریب تر ہوتی ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے کسی نے پوچھا مسلم عورت کی بہترین صفت کیا ہے؟ آپؓ نے جواب دیا مسلم عورت کی بہترین صفت یہ ہے کہ نہ تو وہ نامحرم کو خود دیکھے اور نہ ہی کسی نامحرم کو اپنا آپ دیکھنے دے۔ اب حکیم الامت علامہ اقبال کے اشعار بغور دیکھیں:

اگر پندے ز درویشے پذیری　　اگر تو درویش کی ایک بات مان لے
ہزار امت بمیرد تو نمیری　　ہزار بار یہ امت مرجائے پر تم نہ مرنا
بتولِ باش و پنہاں شوازیں عصر　　بتولؓ بن کر زمانے کی نظر سے چھپ جا
کہ در آغوش شبیرے بگیری　　تا کہ تیری گود میں امام حسینؓ جیسے بیٹے پیدا ہوں

ایک اور موقع پر فرمایا:　ع　　بنتِ مسلم چھوڑ دے یہ دروں یہ بروں

آپ آگے دیکھیں ارشاد ہے: نماز قائم کریں' زکوٰۃ دیں' اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کریں

بے شک اللہ یہی چاہتا ہے کہ اس گھر والوں سے گندی باتیں دور کر کے انہیں صاف ستھرا کر دے۔

اس آیت کے ذریعے مسلمات کو اسلامی اقدار کو رواج دینے کی ہدایت دی گئی ہے۔نماز جو دین کا ستون ہے وہ ٹی وی پروگراموں اور غیر ضروری معروفیات کی وجہ سے منہدم ہو رہا ہے۔ان خرافات کو چھوڑے بغیر اس ستون کی تعمیر ناممکن ہے۔ہم نئی نسل کی بے رہروی کی شکایت کرتے ہیں مگر اس میں روشن دماغ، نئی نسل کا کوئی قصور نہیں مجرم ہم بزرگ لوگ ہیں جو نماز کے ذریعے ان حساس پودوں کی آبیاری نہ کر سکے۔یہ آب حیات نوخیز نسل کے لئے کتنا ضروری ہے اس کا اندازہ اس حدیث شریف سے لگائیں حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ بچے کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھائیں اور اگر وہ دس سال کا ہو کر بھی نہیں پڑھتا تو اسے مار کر پڑھائیں۔

اگلا حکم ہے کہ "زکوٰۃ دیں"۔اسلامی معاشرہ میں زکوٰۃ ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔آج کے دور میں معیار زندگی کی دوڑ نے امراء کو احساس برتری کا مریض اور غرباء کو احساس کمتری کا شکار بنا رکھا ہے، عورت اگر گھر میں آنے والی رقم کی زکوٰۃ اللہ کے حکم کیمطابق نکالتی رہے تو معاشرہ کے آدھے دکھ ختم ہو سکتے ہیں۔آپ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کو عزت دیں اللہ کریم آپکو عزت و سکون دے گا۔

اب اس سے اگلی آیت پڑھیں جس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اور یاد کرو اللہ تعالیٰ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔بیشک اللہ تعالیٰ باریک بین خبیر رکھنے والا ہے۔"

حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ "تم میں سے بہتر وہ ہے جو خود قرآن شریف سیکھے اور دوسروں کو سکھائے"

اس کا ایک پہلو تو یہ ہے کہ عملی طور پر یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ جو لوگ قرآن پاک ناظرہ پڑھتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ہر زبان پڑھنے میں روانی عطا فرماتا ہے جو لوگ حفظ کر لیتے ہیں ان کیلئے تمام دینی و دنیاوی علوم یاد کرنا آسان بنا دیتا ہے اور جو لوگ اس کا ترجمہ سیکھ لیتے ہیں، خداوند تعالیٰ ان کیلئے دنیا کی ہر زبان سیکھنا سہل بنا دیتا ہے۔آپ احکم الحاکمین کے اس نکتہ پر بھی غور کریں کہ اس نے سورۃ قمر میں ایک ہی آیت کو چار بار دہرا کر یہ پیغام دیا کہ "ہم نے قرآن کو ذکر یعنی پڑھنے اور یاد کرنے کیلئے آسان بنایا ہے۔پس کیا ہے کوئی توجہ دینے والا"

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انسانوں کو صدا عام دے رہا ہے کہ اس آسان کتاب کو پڑھ کر ذہنی بالیدگی پیدا کریں۔اس طرح انسان دینی و دنیاوی علوم حاصل کر کے اپنے ماحول میں ممتاز ہو جاتا ہے اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ قرآن شریف پڑھانے والوں کو اللہ کریم معاشرہ میں بہتر مقام عطا فرماتا ہے، میں ذاتی طور پر متعدد قرآن شریف پڑھانے والی عورتوں سے واقف ہوں جن کے بیٹے معمولی دیہاتی گھرانوں سے ڈی۔ایس۔پی۔اٹارنی جنرل، سرکردہ ایڈووکیٹ اور ہیلتھ ڈائریکٹر جیسے جلیل القدر مناصب پر فائز ہو کر والدین کے لئے ذریعہ افتخار بن گئے۔

پچھلے دور میں گلی گلی اور بستی بستی عورتیں قرآن شریف پڑھایا کرتی تھیں۔اب پھر اس رواج کو عام کرنے کی

ضرورت ہے۔ آپ کسی قرأت کے ماہر سے اپنا تلفظ درست کروائیں کیونکہ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ پسند فرماتا ہے کہ قرآن شریف ویسے ہی پڑھا جائے جیسے یہ نازل ہوا تھا۔ یہ یاد رکھیں کہ ہمت مرداں مدد خدا' کے مصداق جب انسان نیکی کے کام کی طرف رخ کرتا ہے تو وہ ایک قدم چلتا ہے اور اللہ کی رحمت دو قدم آگے بڑھ کر اسے آگے بڑھنے کے مواقع پیدا کرتی ہے۔ آپ کا کام صرف نیت اور ہمت ہے باقی کا اللہ مالک۔

امت مسلمہ میں ایسی خواتین کی کمی نہیں ہے جو فرصت فراغت اور صحت جیسی نعمتوں سے بہرہ یاب ہیں۔ علاوہ ازیں میری بہت سی بہنیں جو ریٹائرمنٹ کے بعد مصروف ترین زندگی سے بیکاری کی زد میں آجانے کی وجہ سے بیماری کی آغوش میں جا گرتی ہیں ان کے لئے اپنی موجودہ زندگی سنوارنے اور اگلی زندگی کے لئے کمائی کرنے کا یہ نادر موقع ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اسی مقصد کے پیش نظر عورت کو اس کی ذمہ داری سے آگاہ فرمایا۔

زشام ما بروں آور سحر را — ہماری بد بختی کی رات ختم کر کے سحر پیدا کر
بہ قرآن باز خواں اہل نظر را — مومنوں کو پھر سے قرآن کی تعلیم دے
تو میدانی کہ سوز قرأت تو — کیا تو جانتی ہے کہ تیری قرأت کے سوز نے
دگرگوں کرد تقدیر عمرؓ را — عمرؓ کی تقدیر پلٹ کر رکھ دی تھی

عملی تدریس کے متعلق عرض ہے کہ ہمیں ایک ایک بچے کو علیحدہ علیحدہ سبق دینے کے فرسودہ طریق کو چھوڑ کر نئے طریقے اپنانا چاہئیں۔ ب کو با اور ت کو تا کی لایعنی مشقت میں معصوم بچوں کو نہ ڈالیں۔ ہمیں الفاظ کی آواز سے ہی تعلق ہے۔ حروف تہجی کیلئے یسرنا القرآن زیادہ بہتر ہے چارٹ کے ذریعے صحیح مخارج سے بار بار کہلوا کر مشق کرائیں۔ اس کے بعد استاد ایک طرف بیٹھ کر طالبعلموں سے کہے کہ جس کو اچھی طرح یاد ہو وہ میرے پاس آتا جائے۔ استاد انہیں لائن میں بٹھاتا جائے اور باقی بچوں سے کہے کہ وہ ان قابل بچوں کو اپنا آموختہ سنا کر میرے پاس آئیں۔ ظاہر ہے نالائق ترین طالبعلم کو جب اتنے زیادہ بچوں کو سنے گا تو اس کی کمزوری جلد ہی دور ہو جائیگی اور بچوں کو لاشعوری طور پر پڑھنے پڑھانے کی تربیت حاصل ہوگی۔ حروف تہجی کے بعد حروف جوڑ کر الفاظ کی مشق کرائی جائے اور ایک دو سپارے ایک ایک لفظ کی مشق کرائی جائے اسکے بعد پوری آیت کی صحیح لب ولہجے سے مشق کرائی جائے۔ جو خوش بخت بہنیں اپنے محلہ میں یہ تحریک چلائیں گی انہیں تجربہ ہوگا کہ زیادہ سرگرمی چھوٹے بچے اور گھریلو عورتیں دکھاتی ہیں۔ صبح کی نماز کے بعد بچوں کو اور امور ناشتہ نمٹانے کے بعد خواتین کو پڑھائیں۔

مختصر یہ کہ ہمارے انفرادی واجتماعی دکھوں کا علاج اور قوم کی بقاء کیلئے تریاق وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اور یاد کرو اللہ کی آیات اور حکمت کی باتیں جو تمہارے گھروں میں پڑھی جاتی ہیں۔ بیشک اللہ باریک بین خبر رکھنے والا ہے"

جناب شفیق الدین فاروقی

دارالعلوم کے شب وروز

دارالعلوم حقانیہ کے وسیع وعریض ہال ایوان شریعت میں تقریب یوم والدین وسرپرستان وتقسیم انعامات:

دارالعلوم کی روایات میں پہلی مرتبہ تقریب یوم والدین وسرپرستان کا انعقاد ۱۰رجمادی الاول ۱۴۲۸ھ بمطابق ۲۷رمئی ۲۰۰۷ء بروز اتوار وسیع وعریض ایوان شریعت ہال میں ہوا۔ جس میں دارالعلوم کے مختلف شعبہ جات و درجات کے نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء کو انعامات بھی دیئے گئے۔ اس موقع پر دارالعلوم حقانیہ سے منسلک تمام شعبوں درس نظامی وشعبہ حفظ وتجوید، فقہ وافتاء والحدیث کے اسپشلائزیشن (تخصص)، شعبہ حقانیہ ہائی سکول اور شعبہ کمپیوٹر کے طلباء نے اس موقع پر عربی، اردو اور انگریزی میں تقاریر ومقالات پڑھ کر اپنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔ اس تقریب میں طلباء کی کثرت کی بنیاد پر صرف درجہ اعدادیہ سے خامسہ تک کے طلباء کے سرپرستان کو مدعو کیا گیا تھا۔ ملک کے مختلف حصوں سے دارالعلوم کے ان درجات میں زیر تعلیم طلباء کے سرپرستان سینکڑوں کی تعداد شریک ہوئے۔ جنہوں نے اپنے بچوں کی صلاحیتوں اور کارکردگیوں کا عملی مظاہرہ ملاحظہ فرمایا۔ مہتمم جامعہ دارالعلوم حقانیہ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے اس موقع پر اپنے خصوصی خطاب میں فرمایا کہ مغرب کی اسلام دشمن قوتیں اور مسلمانوں کے لبرل اور سیکولر حکام وسیاستدان طالبانائزیشن کی آڑ میں اسلام سے اپنی نفرت، بغض اور خبث باطن کا اظہار کر رہے ہیں۔ انہوں نے عالم اسلام اور بالخصوص دینی مدارس اور اس میں پڑھائے جانے والے اسلامی علوم کو عالم کفر کی طرف سے درپیش چیلنجوں پر تفصیلاً روشنی ڈالی۔ اور فرمایا کہ ان چیلنجوں کا نشانہ مسلم امہ کے جرنیل حکمران، سیاسی پارٹیاں اور نام نہاد جمہوری اداروں کے پارلیمنٹ اور اسمبلیاں نہیں ہیں، اس لئے کہ یہ سب اسلام دشمن قوتوں کے شانہ بشانہ کھڑے ہیں اور ان سے دشمن کو خطرہ نہیں۔ جبکہ ان کا اصل نشانہ دینی مدارس کا نظام اور نصاب تعلیم ہیں۔ مدارس دہشتگردی اور انتہاپسندی کی تعلیم نہیں دیتے بلکہ اسلام کے امن وسلامتی پر مبنی تعلیمات پھیلا رہے ہیں۔ اور یہی تعلیمات عالمی دہشت گردوں کو اپنے مذموم مقاصد کی راہ میں رکاوٹ نظر آتی ہیں۔ دشمن کے واویلا اور پروپیگنڈہ کے باوجود اسلام اپنے فطری اصولوں کی وجہ سے امریکہ ویورپ کے لوگوں میں تیزی سے پھیل رہا ہے۔ دشمن کے دبانے سے یہ مزید ابھرتا جارہا ہے۔ اس طرح تقریب سے نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے بھی تفصیلی خطاب فرمایا۔ اور تقریب یوم والدین کی ضرورت واہمیت پر تفصیلی روشنی ڈالی۔ اور مہمانوں کو خوش آمدید کہا۔ اسی طرح اس اجتماع سے دارالعلوم دیوبند کے بزرگ فاضل بقیۃ السلف مولانا عبدالحنان دامت برکاتہم، شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا حافظ شوکت علی صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔ مجلس کے اختتام پر حضرت مولانا

عبدالغنیؒ فاضل دیوبند کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی اور دعا کی گئی۔ تقریب کے اختتام پر مہمانوں کی تواضع کیلئے ایک پر تکلف دعوت کا اہتمام نو تعمیر شدہ احاطہ گلشن شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحقؒ میں کیا گیا۔

جامعہ دارالعلوم حقانیہ سال ۲۰۰۷ء۔۱۴۲۸ھ کے وسطانی امتحان میں نمایاں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء اور تقریب میں مختلف موضوعات پر تقاریر کرنے والے طلباء کے اسماء

(شعبہ حفظ)۔اول۔بشیر احمد بن آزاد گل' اول۔محمد سردار بن یحیٰ سردار' دوم۔محمد آمین بن قاری اسد اللہ' دوم۔رضوان اللہ بن خائستہ خان' سوئم۔عبدالباسط بن سعید الرحمٰن' سوئم۔محب اللہ بن حاجی زمان۔(اعدادیہ) اول۔ مجیب اللہ بن ثمر خان' دوم راج ولی بن نواب علی' سوئم۔حسن گل بن نور جان۔(درجہ متوسطہ) اول۔عبدالرحمٰن بن حسیب خان۔ دوم۔سکندر حیات بن خائستہ خان۔سوئم۔محمد سردار بن دوا جان۔(درجہ اولیٰ) اول محمد ادریس بن عبدالودود۔دوئم۔نور السلام بن محمد ادریس۔سوئم۔ذبیح اللہ بن امیر محمد۔(درجہ ثانیہ) اول۔ذاکر حسین بن بخت زمین۔ دوئم۔محمد الیاس بن حسیب اللہ۔سوئم۔عالمگیر خان بن دین محمد۔(درجہ ثالثہ) اول۔محمد بلال بن میر سید علی۔دوئم۔محمد عمران بن جمیل خان۔سوئم۔محمد یوسف بن گل یوسف۔(درجہ رابعہ) اول۔سعید الرحمٰن بن شمس الرحمٰن۔دوئم۔عنوان اللہ بن زرمان اللہ۔سوئم۔رحیم سید بن ملتان سید۔سوئم۔طاہر محمد بن دوست محمد۔(درجہ خامسہ) اول محمد آصف بن اسرائیل۔دوئم۔محمد جنید بن احسان الدین۔سوئم منصور اللہ بن شیخ الحدیث مولانا مغفور اللہ۔(درجہ سادسہ) اول۔عتیق الرحمٰن بن شفیق الرحمٰن۔دوئم۔محمد ہاشم بن راج ولی خان۔سوئم۔نعمان بن نور محمد۔(درجہ تکمیل) اول۔طیب الرحمٰن بن محمد ظفر۔اول۔محمد سعید بن لعل زمان۔دوئم۔سلیم خان بن محمد سبحان۔سوئم۔ضیاء الرحمٰن بن دولت خان۔سوئم۔محمد یوسف بن محمد حسین۔(موقوف علیہ) اول۔عابد مسرور بن مسرور گل۔دوئم۔فضل مولیٰ بن گل حسیب۔سوئم۔ نور الوھاب بن سید رسول۔(تخصص فی الفقہ سال اول) اول۔محمد عثمان بن محمد اقبال۔دوئم۔نعمان بن مولانا بدر منیر۔سوئم۔عابد اللہ بن حمد اللہ۔(تخصص فی الفقہ سال دوم) اول۔عبداللہ بن یار محمد۔دوئم۔محمد طلحہ بن نظام الدین۔ سوئم۔محمد آصف بن مطلب خان۔سوئم۔افسر علی بن محمد فاضل۔(تخصص فی الحدیث) اول۔سمیع اللہ بن محمد عثمان۔ اول۔ہدایت اللہ بن عبداللہ۔دوئم۔محمد طیب شاہ بن محمد تقی۔سوئم۔محمد نبی بن خیر اللہ۔سوئم۔محمد باقر علی بن کفایت اللہ۔ سوئم محمد آصف خان بن معراج الدین۔(شعبہ تجوید) اول۔عزیز اللہ بن عبدالرحیم۔دوئم۔طیب الرحمٰن بن محمد ظفر۔ دوئم۔سجاد علی بن عبدالخالق۔سوئم۔حامد اللہ بن ثناء اللہ۔ (شعبہ کمپیوٹر) اول۔محمد داؤد بن ریدی گل۔دوئم۔انعام اللہ بن مولوی عبدالسلام۔سوئم۔محمد الیاس بن روزی خان۔

<u>خطاب کرنے والے طلباء کے اسمائے گرامی:</u> عبداللہ ولد مولانا معتصم باللہ' محمد بلال ولد میر سید علی' جنید احمد ولد پذیر اللہ' نذیر احمد ولد حافظ عبداللہ' ذبیح احمد شاہ' ولد سید مقبول شاہ۔نذیر احمد ولد حافظ عبداللہ

مدیر کے قلم سے

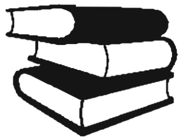

تعارف تبصرہ کتب

ایضاح المعانی فی شرح مقدمہ مختصر المعانی: افادات مولانا زرسید صاحب فاضل جامعہ فاروقیہ کراچی
ضخامت: ۱۵۸ر صفحات قیمت (عام) ۹۰ روپے
ناشر: بیت العلم ٹرسٹ بلاک نمبر ۸ گلشن اقبال کراچی

تلخیص المفتاح علامہ ابو عبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن القزوینی الشافعی رحمہ اللہ کی تالیف ہے۔ یہ کتاب درحقیقت حضرت علامہ شیخ عبدالقاہر جرجانی اور علامہ ابو یعقوب یوسف سکاکیؒ کے طرز تحریر کے مابین جمع کرتے ہوئے مفتاح العلوم کی قسم ثالث کی تلخیص کر کے لکھی ہے لکھنے کے بعد چونکہ یہ کتاب نہایت مختصر تھی۔ اس بناء پر آپ نے اس کے بعد ایک اور کتاب لکھی جس کا نام الایضاح رکھا' جو کہ اس کے لئے بمنزلہ شرح کے ہے تلخیص المفتاح چونکہ ایک علمی کتاب ہے اسلئے اس پر مختلف علماء نے قلم اٹھایا اور اس کی تعلیقات اور شروحات لکھیں۔ جن کی تعداد ۱۶ تک پہنچی ہے۔ ان میں سے دو شروحات بہت مشہور ہیں۔ مختصر المعانی اور مطول یہ دونوں شروحات علامہ سعد الدین تفتازانی نے لکھی ہیں۔

مختصر المعانی زمانہ قدیم سے مدارس میں متداول چلی آ رہی ہے۔ اور علم معانی و بیان و بدیع کے متعلق اس میں سیر حاصل بحث موجود ہے۔ یوں تو تمام کتاب انتہائی اہم ہے لیکن اس کا مقدمہ جس پر تمام کتاب کی بنیاد استوار ہے وہ خاصے کی چیز ہے۔ مقام شکر ہے کہ مولانا زرسید صاحب زیدہ مجدہ نے اس کے مقدمہ پر مختصر مگر ایک جامع اور پر مغز شرح لکھی۔ جس کی نمایاں خصوصیات یہ ہیں۔ بلاغت کی اصطلاحات کی تعریفات اور مثالیں استعارات اور مشکل عبارات کا بہترین حل' عربی عبارات کا سلیس ترجمہ و تشریح' مشکل عبارات کی سوال و جواب کی صورت میں وضاحت۔

صاحب افادات کتاب کے پیش لفظ میں رقمطراز ہیں۔ آج سے تقریباً کچھ دس سال قبل اللہ تعالیٰ نے بندہ کو مدرسہ معہد الخلیل الاسلامی میں مختصر المعانی پڑھا۔ نے کی توفیق دی اور الحمدللہ تسلسل کے ساتھ چار سال تک پڑھاتا رہا۔ اسی دوران درجہ خاصہ میں ایک ہونہار طالب علم وسیم احمد جو کہ اب فاضل اور مدرس بن چکا ہے'

نے سارے اسباق ایک کاپی میں قلم بند کئے......اکثر ساتھیوں نے بندہ کو اسی پر نظر ثانی کے لئے فرمایا۔اور بندہ نے اس پر نظر ثانی کی۔اور اس کے ساتھ ساتھ کچھ اضافے اور ترمیمات بھی کیں۔لیکن فی الحال اس مسودہ کو صرف مقدمۃ مختصر المعانی تک شائع کرنے کا ارادہ کیا ہے الخ۔کتاب طلبہ اور اساتذہ دونوں کے مطالعہ کیلئے انتہائی مفید ہے۔اور جو طلبہ مختصر المعانی پڑھتے ہیں یا جو اساتذہ مختصر المعانی پڑھاتے ہیں وہ حضرات اس سے بھرپور استفادہ کرسکتے ہیں۔

کامیاب طالب علم۔　مؤلف: مولانا روح اللہ نقشبندی صاحب

ترتیب: مولانا عبدالعزیز صاحب ' مولانا محمد زبیر صاحب　　ضخامت: ۲۰۰ صفحات

قیمت عام: -/۹۰ روپے　　ناشر: دارالہدیٰ۔شاہ زیب ٹیرس 'نزد زمزم پبلشرز اردو بازار کراچی

عرض حال کے عنوان کے تحت مؤلف کتاب تحریر فرماتے ہیں۔''آج ہماری تعلیم اور نظام تعلیم اس روح سے خالی ہو چکا ہے ورنہ ابھی قریبی دور میں جن علوم کو پڑھ کر امت میں قاسم ورشید محمود وانور یحییٰ وخلیل مدنی وتھانوی عثمانی اور کفایت اللہ رحمہ اللہ علیہم جیسے سینکڑوں علماء پیدا ہوئے' جنہوں نے ایک عالم کو سیراب کیا' جو آسمان علم وہدایت کے آفتاب وماہتاب بن کر چمکے۔جن کے علوم نے اس آخری دور میں سمرقند' وبخاری اور بغداد کی یاد تازہ کردی۔تو کوئی وجہ نہیں کہ اب انہیں علوم پڑھ کر ویسی شخصیتیں پیدا نہ ہوں۔اللہ تعالیٰ ان بزرگان دین علمائے حق کے علمی وروحانی فیض کو جاری وساری رکھے۔طالب علم علم تو حاصل کررہا ہے' مگر استاد کے فیض وبرکات سے محروم ہے' اساتذہ کی قدر وقیمت وہ نہیں ہے جو ہونی چاہیے عزت واحترام تعظیم وتکریم میں کافی کمی پائی جاتی ہے۔ان حالات کے پیش نظر ایک داعیہ پیدا ہوا' کہ اگر کوئی رسالہ اس قسم کا لکھ دیا جائے جس میں طالبان علوم دینیہ اکابر کے حالات کے ذریعہ ان کو اپنی ذمہ داریوں کا احساس دلایا جائے جس سے وہ اپنی اصلاح کی طرف متوجہ ہوں......''

ماشاء اللہ مؤلف اپنی کوشش میں کافی حد تک کامیاب نظر آتے ہیں اور انہوں نے جو عناوین اور موضوعات منتخب کئے ہیں۔وہ انتہائی جاذب اور دلکش ہیں۔کتاب کی دلچسپی کا یہ عالم ہے۔کہ ایک نشست میں ختم کرنے کو جی چاہتا ہے۔مرتبین کتاب جناب مولانا عبدالعزیز اور مولانا محمد زبیر بھی داد کے مستحق ہیں۔جنہوں نے اس بہترین کتاب کو حسن ترتیب سے نوازا۔

قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی!
جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
نئی سافٹ ٹیوب میں
مسواک
ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ
دانتوں اور مسوڑھوں کا مکمل تحفظ
قدرت اپنے فیصلے کبھی نہیں بدلتی جیسے دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے مسواک
جو ہے مسواک ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ میں، اس کے مسواک ایڈوانٹیج سے
دانتوں اور مسوڑھوں کو ملے مضبوطی، خوبصورتی، چمک اور ساتھ مہکتی سانسیں
مسواک Advantage یعنی ہر دم، ہر پل
ہمدرد
FOCAL POINT

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین جامعہ حقانیہ

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق	۵۳۶
۲۔	دعوات حق ۔ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳۔	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴۔	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵۔	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶۔	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷۔	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۶۰
۸۔	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹۔	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۲۰۰
۱۱۔	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳۔	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	۔
۱۴۔	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵۔	روسی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶۔	فتاوی حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷۔	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۴۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۴۵۰
۱۹۔	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰۔	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	۱۰۰
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۲۶۰

مؤتمر المصنفین ○ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک